جوابات کی حقیقت

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی حمایت میں حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری کی زیرنگرانی لکھے ہوئے مضمون سے متعلق

علمی مکتوب

بنام حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری

(ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور)

منجانب

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

اس مضمون کے مرتب کرنے کا پس منظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مضمون اصلاً حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) کے حکم کی تعمیل میں لکھا گیا ہے، حضرت والا نے احقر سے فرمایا تھا کہ عزیزم مولوی سعد سلمہ کی قابل اعتراض باتوں سے متعلق علماء کی ایک جماعت اور بعض اساتذۂ حدیث نے مل کران باتوں کی تحقیق کی ہے، اور وہ شائع ہوکر عام بھی ہوچکی ہیں، حضرت نے فرمایا تھا کہ ان جوابات کو بعض اکابر مثلاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور مولانا مفتی عتیق احمد صاحب بستوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ دامت برکاتہم) کے پاس بھی بغرض استصواب بھیجا گیا، اور احقر سے فرمایا کہ ان جوابات پر حضرات اہل علم کے اگر کچھ اشکالات ہوں وہ مجھ کو لکھ کر بھیجو، میں بھی دیکھوں، اس لئے اصلاً یہ مضمون حضرت دامت برکاتہم کے اس حکم کی تعمیل میں ہی لکھا گیا، اور اسی مناسبت سے مولانا سعد صاحب کی قابل اعتراض صرف چند باتوں کے متعلق مقالات میں علمی تحقیق کی گئی، الحمدللہ! تعمیل حکم میں یہ مضمون اور جملہ مقالات حضرت مولانا کی خدمت میں ارسال کردیئے گئے تھے، ہم بہت بہت شکر گزار ہیں حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم کے کہ انہوں نے اس احقر کو اہل سمجھ کر اس کام کا مکلّف بنایا، چنانچہ الحمدللہ! حضرت مولانا کے فرمان کے مطابق الحمدللہ! احقر نے پوری دیانتداری کے ساتھ جوابات لکھنے کی کوشش کی، جو آپ کے سامنے ہے۔

احقر اپنے جن اکابر سے اس طرح کے کاموں میں مشورہ لیتا رہتا ہے، اپنے ان مضامین ومقالات کو ان کی خدمت میں پیش کیا، الحمدللہ! اکابر علماء نے ان مقالات ومضامین کی مکمل تصدیق وتائید فرمائی، اور احقر کو مشورہ دیا کہ یہ سارے مضامین ومقالات حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری (ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور) کی خدمت میں بھیج دو (جن کی زیر نگرانی مولانا محمد سعد صاحب کی قابل اشکال باتوں کی تائید میں مضمون لکھا گیا ہے) مقالات کو ان کی خدمت میں بھیجنے کے بعد ایک مدت تک توقف اور انتظار کرو اور دیکھو کہ اس کا کیا ردِّ عمل ہوتا ہے، وہ اس کا جواب دیتے ہیں یا مولانا سعد صاحب کی تائید میں لکھے ہوئے مضمون سے رجوع فرماتے ہیں، اگر کچھ جواب نہ دیں تب بھی اس کو ابھی کتابی شکل میں مت شائع کرنا البتہ واٹس اپ وغیرہ کے ذریعہ چونکہ مولانا سلمان صاحب کی زیر نگرانی لکھے ہوئے مضمون سے بہت سے لوگوں کو بڑی غلط فہمیاں ہوچکی ہیں، اس لئے اس کو واٹس اپ وغیرہ ہی میں ڈال دینا تاکہ لوگوں کو ان کے جوابات سے جو غلط فہمیاں ہوچکی ہیں اس کا تدارک ہوسکے، چنانچہ اکابر کے مشورہ اور ان کی ہدایت کے مطابق ایسا ہی کیا گیا کہ ایک لمبی مدت تک ان مقالات ومضامین کو پردۂ خفا میں رکھا گیا، اور اب امت کی دینی مصلحت وضرورت کے پیش نظر غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے اکابر کی ہدایت کے مطابق واٹس اپ وغیرہ میں ڈالا جارہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ احقر کا طبعی ذوق بالکل اس پر آمادہ نہیں ہوتا کہ ان مضامین کو عام کیا جائے، لیکن محض امت کی مصلحت اور دینی ضرورت کی وجہ سے شریعت کو غالب اور طبیعت کو مغلوب کرکے بہت استخارے واستشارے اور کافی غوروخوض اور انتظار کے بعد اکابر کی ہدایت کے مطابق یہ اقدام کیا جارہا ہے۔

مولانا سعد صاحب کے متعدد رجوع اور دارالعلوم دیوبند کی وضاحتی تحریروں اور فتووں سے متعلق بھی بہت سے حضرات صحیح حقیقتِ حال سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہیں، اس لئے لوگوں کو بدگمانی سے بچانے کے لئے ایک مضمون میں اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ بڑی تعداد میں جو لوگ بدگمانیوں اور بدزبانیوں کے گناہ میں مبتلا ہیں شاید اس انکشافِ حقیقت سے لوگوں کے ذہن کسی قدر صاف ہوجائیں اور بدگمانی اور بدزبانی کے وبال اور گناہ سے وہ بچ سکیں۔

یہ سارے مضامین ومکاتیب اور مقالات حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب کی خدمت میں بھیجے جاچکے ہیں البتہ دارالعلوم کی تحریر اور مولانا سعد صاحب کے رجوع سے متعلق بعض مضامین کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہے، اور پورے مکتوب کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔

پہلا حصہ: بعنوان ''انکشافِ حقیقت'' مولانا سعد صاحب کے رجوع ناموں اور دارالعلوم دیوبند کی وضاحتی تحریرات اور فتووں سے متعلق ہے۔

دوسرا حصہ: بعنوان ''جوابات کی حقیقت'' مولانا سعد صاحب کی حمایت وطرفداری میں لکھے ہوئے جوابات سے متعلق ہے۔

اس پوری تحریر کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ امت کو صحیح صورتحال سے واقف کرا دیا جائے تا کہ لوگ صحیح علم اور حقیقت کی روشنی میں اپنے ذہنوں کو صاف رکھیں، اور علماء واصحابِ افتاء اور اہل مدارس سے بدگمان و بدزبان ہو کر اپنی دنیا وآخرت برباد نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے اور جمنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

خدانخواستہ یہ مقالات ومضامین نہ کسی فریق کی مخالفت کے جذبہ سے لکھے گئے ہیں نہ حمایت کے جذبہ سے، اصل مقصد صرف دین وشریعت اور امت مسلمہ کی حفاظت ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کا حال خوب جاننے والا ہے۔

میں تمام ان اصحاب دعوت وتبلیغ اور اصحاب علم سے گزارش کرتا ہوں جو موجودہ صورتحال کے پیش نظر صحیح حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے نہ صرف علمائے دیوبند واصحاب دارالافتاء سے بلکہ بہت سے علمائے ربانیین سے بھی بدگمان ہو کر ان کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے ہیں، علمائے حقہ سے ان کا قرب بُعد میں، محبت نفرت میں تبدیل ہوگئی، اور کتنے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو اہل مدارس اور اہل افتاء سے دوری اختیار کر کے خود اپنے ہی دینی نقصان میں مبتلا ہوگئے، ایسے حضرات کی خدمت میں نہایت ادب ومحبت سے گزارش کرتا ہوں کہ جن مراکز ودینی مدارس، اور جن اصحاب علم وارباب افتاء سے کل تک آپ کا حسنِ ظن قائم تھا، اور وہ پورے طور پر آپ کی خدمت ومحبت اور توجہ کا مرکز تھے، جن سے آپ دینی رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے، ان کے ساتھ خدمت ومحبت اور ایثار وقربانی اور تکریم وتعظیم میں آپ بالکل حق بجانب تھے، الحمدللہ! وہ علمائے ربانیین آج بھی اپنے اسی منہج پر قائم ہیں، جو صحیح معنیٰ میں نبی کے وارث اور جانشین ہیں، ان سے دوری اختیار کرنے یا بدگمان اور بدزبان ہونے میں سوائے اپنے نقصان کے کسی اور کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ یہ علمائے ربانیین نبی کے جانشین ہیں جو الحمدللہ! نہ دعوت وتبلیغ کے مخالف ہیں نہ مرکز نظام الدین اور وہاں کے ذمہ داروں سے ان کو بغض وعناد ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح صورتحال سے امت کو واقف کرانا اور ان کی صحیح رہبری کرنا ان کا منصبی فریضہ ہے، اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو اپنے منصبی فریضہ میں کوتاہی کرنے والے اور عنداللہ جوابدہ ہوں گے، اس لئے ان کے منصبی فرائض کی ادائیگی کو کسی کی مخالفت یا بغض وعناد پر محمول کرنا یہ شیطان کا زبردست حملہ ہے، جس کے ذریعہ وہ ہم کو ایک دوسرے سے بدگمان وبدزبان اور باہم تفریق کرانا چاہتا ہے۔

اسی تصور اور اسی فکر کے ساتھ خالی الذہن ہو کر نہایت خلوص اور دینی جذبہ کے ساتھ ان تحریرات اور مقالات کا مطالعہ کیجئے، انشاء اللہ ضرور اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی کرے گا، اور آپ صحیح رائے اختیار کرنے اور کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں گے، وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ.

اس سلسلہ میں احقر نے اب تک جو مضامین لکھے ہیں ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا حصہ: مولانا سعد صاحب کے رجوع ناموں اور دارالعلوم دیوبند کی وضاحتی تحریرات اور فتووں سے متعلق ہے۔

دوسرا حصہ: مولانا سعد صاحب کی حمایت وطرفداری میں لکھے ہوئے جوابات سے متعلق ہے، جس میں واضح کیا گیا ہے کہ ان جوابات میں اصولی طور پر کیا نقائص اور خامیاں ہیں۔

تیسرے حصہ: میں چندوہ مقالات ہیں، جن میں مولانا سعد صاحب کی بیان کی ہوئی قابل اعتراض باتوں سے متعلق دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں تحقیق کی گئی ہے، ان مقالات کی تعداد تقریباً دس ہے۔

چوتھے حصہ: میں احقر کی تمام وہ تحریرات اور مضامین جمع کئے گئے ہیں جو اس سلسلہ میں احقر نے مولانا سعد صاحب اور دوسرے اکابر کی خدمت میں پیش کئے ہیں، ان مکاتیب ومضامین کی تعداد بھی تقریباً دس ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو قبول فرمائے اور اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۸؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ

مکتوب بنام حضرت مولانا سلمان صاحب مظاہری
(ناظم مظاہر علوم سہارنپور)

منجانب محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
ذی القعدۃ ۱۴۳۸ھ

مولانا محمد سعد صاحب کی حمایت میں حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب (ناظم مظاہر علوم سہارنپور) کی زیر نگرانی لکھے ہوئے مضمون سے متعلق مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم مکرم! حضرت اقدس ناظم صاحب (مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) دامت برکاتکم وزید مجدکم، ومتعنا اللہ بفیوضکم واطال اللہ بقائکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو مع متعلقین کے ہمیشہ عافیت سے رکھے، اور آنجناب کے فیوض وبرکات سے امت کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

احقر نے اپنے بعض مضامین اور خطوط میں صرف باندہ ہتورہ اور لہرپور سیتاپور کے اجتماع میں مولانا سعد صاحب کی ہونے والی تقریروں میں سے چند ایسی باتوں کا تذکرہ کیا تھا جو حضرات اہل علم کے لئے سخت قابل اعتراض تھیں، احقر نے تمام اکابر علماء خصوصاً دار العلوم دیوبند کے اکابر سے گزارش کی تھی اور یہی بات حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب مدظلہ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ اکابر کی زیر نگرانی محتاط علماء محققین کی ایک جماعت مولانا سعد صاحب کی اس نوع کی تمام باتوں کا سنجیدگی سے جائزہ لے اور جو جو باتیں واقعی قابل اصلاح ہوں ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے، تاکہ امت کو غلط پیغام نہ پہنچے اور جو باتیں قابل اعتراض نہیں ہیں خواہ مخواہ لوگوں کو غلط فہمی اور بدگمانی ہوگئی ہے تو لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے تاکہ امت انتشار واختلاف سے محفوظ رہے، یہ عاجزانہ گزارش احقر نے اپنے اکابر کی خدمت میں پیش کی تھی، کیونکہ اتنا بڑا کام کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ جماعت کا ہے، جس میں اکابر علماء کی مخلصانہ نگرانی اور تائید بھی ضروری ہے لیکن شاید یہ میری گزارش قابل قبول نہیں سمجھی گئی، مجھے بڑی مسرت کے ساتھ حق تعالیٰ کی ادائے شکر کی توفیق ہوئی جب رمضان المبارک میں ایک صاحب نے ۲۱ر صفحات پر مشتمل یہ مضمون دکھلایا، جس کا عنوان ہے:

''حضرت مولانا سعد صاحب پر ہونے والے اعتراضات کی تحقیق'' (منجانب: مولانا محمد سلمان صاحب مظاہر علوم سہارنپور)

اس کے آگے تمہید میں حضرت کے حوالہ سے لکھا ہوا ہے:

''احقر نے اپنے بعض ذی علم احباب کو جن میں استاذ حدیث بھی تھے اس بات کی طرف متوجہ کیا تھا کہ عزیز محترم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی تحریر جس میں انہوں نے اپنے بیان کے اصل اور مراجع کا ذکر کیا ہے.... ان کی تحقیق فرمایئے خاص طور سے حوالہ جات کو جمع فرمایئے کہ واقعی کوئی چیز قابل اصلاح ہو تو اس کی اصلاح کر لی جائے کہ کہیں کوئی غلط بات امت میں نہ چل پڑے'' (ص ۱، ۲، ۲ر ربیع الاول ۱۴۳۸ھ)

جناب والا کے اس مضمون کو پڑھ کر بہت سے حضرات اہل علم کو واقعی بڑی مسرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ احقر نے جو گزارش اپنے اکابر سے کی تھی اور واقعی جس کام کی اس وقت ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا سے یہ کام لیا، اور جناب والا کی زیر نگرانی معتمد اہل علم اور اساتذہ حدیث نے مولانا سعد صاحب کی قابل اعتراض باتوں کی تحقیق کی فکر فرمائی، اس مخلصانہ جذبہ سے کہ امت میں کوئی غلط بات نہ چل پڑے اور خواہ مخواہ لوگوں کو کسی سے بدگمانی کا موقع بھی نہ ملے، حضرات اہل علم اور احقر بھی حضرت والا سے بصد احترام وبصد شکر یہ یہی گزارش کرتے ہیں کہ اس نوع کے مولانا سعد صاحب کے تمام مطبوعہ رسائل اور تقریروں کا جائزہ لے کر اسی انداز سے قابل اعتراض باتوں کی تحقیق فرما دیں، جس انداز سے اس مضمون میں ایسا کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ امت کو خدانخواستہ غلط پیغام نہ پہنچے یا لوگوں کو مولانا سے بلاوجہ کسی نوع کی غلط فہمی یا بدگمانی

کا موقع نہ ملے، اور آنجناب کی زیرنگرانی پیش نظر مضمون میں جو کچھ لکھا گیا ہے اگر کسی صاحب علم کی طرف سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جائے اس کو بھی سنجیدگی سے دیکھا جائے اور غور کیا جائے، میرے پاس وقت میں اتنی گنجائش نہیں، تھوڑی بہت صرف چند باتیں جو احقر کے علم میں اب تک آسکی ہیں اور جو بظاہر حضرات اہل علم کے لئے اس مضمون کے تعلق سے سخت قابل اعتراض و قابل اصلاح معلوم ہوتی ہیں ان کو نیز دیگر حضرات اہل علم نے اس پر جو تبصرے کئے ہیں سب حضرت والا کی خدمت میں مرتب کر کے بغرض اصلاح اور بغرض اطلاع حال کے پیش کر رہا ہوں تا کہ حضرت والا ان سب کی بھی اپنے یہاں کے اساتذۂ حدیث سے تحقیق فرما دیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی وفات کے بعد تعزیت کی غرض سے مظاہر علوم میں حضرت والا کی خدمت میں حاضری کے موقع پر جناب والا نے بہت سی قیمتی باتیں ارشاد فرمائیں، الحمدللہ اس سے بہت فائدہ ہوا، دورانِ گفتگو اس کا بھی ذکر آیا کہ جناب مولانا محمد سعد صاحب کی بیان کردہ باتوں کے متعلق اہلِ علم کی طرف سے کئے گئے سوالات اور ان کی بنیاد پر اصحاب دار العلوم دیوبند کے فتاویٰ اور اس پر مولانا سعد صاحب کے رجوع نامے مختلف لوگوں نے شائع کئے، اس کے بعد اخیر میں ۲۱ر صفحات پر مشتمل ایک مضمون حضرت والا کی زیرنگرانی متعدد حضراتِ اہلِ علم و اساتذہ حدیث نے مرتب کیا، اور استصواب کی غرض سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، اور مولانا مفتی عتیق احمد صاحب بستوی (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے پاس بھی بھیجا گیا، اس پر احقر نے حضرت والا سے عرض کیا تھا کہ بہت سے حضرات اہلِ علم و تحقیق و اصحابِ افتاء کو اس مضمون پر جو حضرت والا کی زیرنگرانی مرتب کیا گیا ہے سخت اشکالات و خلجانات ہیں، اس پر جناب والا نے اس احقر کو حکم دیا کہ حضرات اہلِ علم نے اس جواب پر جتنے اشکالات و اعتراضات کئے ہیں وہ سب میرے پاس بھیجو، میں بھی ان کو دیکھوں کہ وہ کس نوعیت کے ہیں۔

حضرت والا کو معلوم ہے کہ احقر کا تدریسی و تصنیفی کام ہے اور اس وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے حالات پر نیز فقہی سیمینار سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات لکھنے کا شدید تقاضا ہے، اس لئے وقت کی قلت کی وجہ سے حضرت والا کے حکم کی پوری تعمیل تو نہ کرسکا، البتہ صرف چند باتیں جو اس مضمون کے متعلق حضراتِ اہلِ علم و اصحابِ افتاء کے واسطہ سے احقر تک پہنچیں، پھر احقر نے خود بھی ان باتوں کی تحقیق کی، اور غور و فکر اور تحقیق کے بعد جو باتیں سمجھ میں آئیں اور احقر جس نتیجہ تک پہنچا، بلا تکلف پوری دیانتداری کے ساتھ ان سب کو جمع کرنے اور مرتب کرنے کی کوشش کی، اس میں ایک مضمون اور پہلا مقالہ تو نفس جوابات پر اصولی و بنیادی باتوں سے متعلق ہے، باقی چند مقالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، نیز تنخواہ اور موبائل سے متعلق اعتراضات و جوابات کی پوری تفصیل جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور اہل علم واصحاب افتاء کے خیالات اور دلائل کی روشنی میں جو کچھ احقر کی سمجھ میں آیا بلا تکلف عرض کر دیا ہے، حضرت والا سے گزارش ہے کہ کسی مقام پر مجھ سے بے ادبی و گستاخی ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں، اس نوع کے اختلافی مضامین میں ابھی اور بھی لکھنے کی ضرورت ہے، لیکن عدم فرصت کی وجہ سے ان کے لکھنے سے احقر معذور ہے، حضرت والا کے پاس اصحاب علم و تحقیق و اربابِ افتاء جمع ہیں، جو اچھی طرح ان سب باتوں کی تحقیق کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ اس کام کو اچھی طرح انجام دے سکیں گے، اور اس جواب پر حضرات علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کی بھی تحقیق فرما سکیں گے۔

باقی اس نوع کے اختلافی مسائل میں احقر کا ذوق وہی ہے جس کو حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے، چنانچہ اسی کے مشابہ ایک مسئلہ کے ضمن میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''بعد اس تحریر کے حضرات علماء محققین کی خدمت میں عرض ہے کہ مجھ کو اس پر اصرار نہیں ہے، اپنی رائے اور معلومات کو ظاہر کر دیا، اور جانبین کی تحریرات کو پیش کر دیا، اب امید کرتا ہوں کہ قواعد شرعیہ سے جو امر صحیح معلوم ہو اس کی تعیین فرما دی جائے اگر میری رائے غلط ہوگی میں اپنے رجوع کا اعلان کر دوں گا، اور بعد فیصلہ فرما دینے علماء کے ان سے دوبارہ مقاولت و مکاتبت نہ کی جاوے گی، اس کو فیصلہ اخیر سمجھ کر تسلیم کر لیا جاوے گا، اگر تحقیقاً بھی سمجھ میں نہ آوے گا تقلیداً قبول کر لوں گا'' (امداد الفتاویٰ ص ۲۶، ج ۴)

نیز تحریر فرماتے ہیں:

’’چونکہ اس باب میں تحقیق حضرات دیوبند کی تقلید کا التزام کر چکا ہوں جب تک اس تحقیق کا خطاء صریح ہونا دل کو نہ لگ جائے اس وقت تک اس کے قبول سے بھی اور باوجود گنجائش کلام کے اس میں کلام سے بھی معذور ہوں، البتہ تحریر ثانی کو اس غرض سے شائع کردوں گا کہ ناظرین کو تحقیق کا موقع ملے‘‘ (امداد الفتاویٰ ص ۳۳۳، ج ۴)

حضرت والا کے فرمان کے مطابق (کہ ان جوابات کے مطابق علماء نے کیا کیا باتیں کہیں ہیں مجھ کو بھی لکھ کر بھیجو) احقر نے محترم مولانا محمد سعد صاحب کی بیان کردہ اُس نوع کی صرف چند باتوں کے متعلق یہ بحث وتحقیق جمع کی ہے، ورنہ مولانا موصوف کی پچاسوں باتیں اسی نوع کی ہیں، جن پر علماء محققین واصحاب افتاء کو سخت اشکالات ہیں، اوران میں سے ہر بات پر ایک مقالہ تیار ہوسکتا ہے، خطرہ اس بات کا ہے کہ مولانا کی اس نوع کی غلط باتوں کوان کے بعدان کی اولاد، اسباط واحفاداوران کے متعلقین ومحبین اور بہت سے معتقدین نہ بیان کرنے لگیں اور امت میں وہ غلط باتیں چل پڑیں بلکہ چل رہی ہیں، اس لئے ان سب باتوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی شدید اور فوری ضرورت ہے، اور حضرت والا کی زیرنگرانی یہ کام انشاءاللہ بآسانی ہوسکے گا۔

باقی اس سے زیادہ اس سلسلہ میں احقر دخیل نہیں بننا چاہتا، احقر نہ کسی کا فریق ہے نہ کسی کا رفیق، احقر کی تو خواہش یہ ہے کہ اس قسم کی قابل اشکال باتوں کو چھوڑ کر اور ایسے اجتہادات وتفردات سے باز آ کر تبلیغی کام کو اسی نہج سے کیا جائے اور بڑھایا جائے جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرما کر گئے ہیں، اوران کے بتائے ہوئے بہت سے کام جواب تک نہیں ہوسکے، ان کی طرف توجہ کی جائے، اس مقصد کے لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے افادات پر مشتمل کئی رسالے بھی احقر نے مرتب کئے ہیں تاکہ ان کاموں کو کر کے کام کو آگے بڑھایا جائے، اور دین کے سارے شعبوں کو زندہ کیا جائے، یہ ہیں کرنے کے کام، حضرت والا تو اس وقت مرکز نظام الدین کے بھی بعض لحاظ سے گویا سرپرست ہیں اس لئے حضرت والا سے ہی عاجزانہ گزارش ہے کہ ایسے اجتہادات وتفردات اور ایسی قابل اشکال باتوں کو چھوڑ کر ان باتوں کی طرف مولانا کو توجہ دلائی جائے، جن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرما کر گئے ہیں، احقر جس قابل بھی ہے خدمت کے لئے حاضر ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

احقر اس نوع کے علمی وتحقیقی کاموں میں اپنے جن اکابر سے مشورہ لیتا رہتا ہے مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ (جو اللہ کے جوارِ رحمت میں جا پہنچے) اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب مدظلہ اور حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ اور حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ وغیرہم، ہمارے ان اکابر نے اس سلسلہ میں احقر سے فرمایا کہ تم نے جو کام کیا واقعی اس کی ضرورت تھی، تم نے اپنا فرض پورا کردیا، اور اپنا حق ادا کردیا، اب اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، انہی کاموں کو کرو جن میں لگے تھے، اس لئے احقر کا اب اس سلسلہ میں مزید کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں ہے، البتہ اب تک جو کچھ لکھا ہے حضرت تھانویؒ کی ہدایت کے مطابق اس کو اصحابِ علم وتحقیق کی خدمت میں پیش کردوں گا، تاکہ وہ حضرات اس پر غور فرمالیں۔

مرکز نظام الدین اور تبلیغی جماعت کا مسلک ومشرب اور دینی ذوق ومزاج

تبلیغی جماعت علماء حق، اکابر علماء دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کی قائم کردہ اور پروردہ جماعت ہے جس کے بانی اور محرّک اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ہیں جو اکابر دار العلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کے تربیت یافتہ اور فیض یافتہ تھے، جو مسلک ومشرب اور جو دینی ذوق ومزاج اکابر علماء دیوبند کا تھا وہی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا تھا، اسی وجہ سے تمام اکابر علماء دیوبند ومظاہر علوم نے ہمیشہ اس جماعت کی بھرپور تائید کی، اور عملی طور پر بھی شرکت کر کے اس کو عروج تک پہنچایا۔

’’علمائے مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات‘‘ کے مصنف تحریر فرماتے ہیں:

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے لئے ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا سرچشمہ یہی مظاہر علوم ہے، اس وسیع وعریض جماعت

کے ذریعہ جہاں اور جس ملک وقوم میں دینی واسلامی فضا پھیل رہی ہے، جس قدر مکاتب ومدارس قائم ہورہے ہیں، جتنے مبلغین وداعیوں کی تعداد اوران کی صلاحیتوں میں اضافہ ہورہاہے، وہ سب مظاہرعلوم کے صدقات جاریہ میں ہے۔

جماعت تبلیغ کے مؤسس اعلیٰ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ نے اپنی عمر کا ایک طویل اوربیش قیمت زمانہ مظاہرعلوم کی چہار دیواری میں گزار کر وہاں درس وتدریس اور فقہ وفتاویٰ کی اونچی خدمات انجام دی ہیں، اس کے علاوہ ایک عرصہ تک آپ یہاں کے درجۂ ابتدائی عربی کے سرپرست بھی رہے، اور پھر ۱۳۵۰ھ ستمبر ۱۹۳۲ء میں مدرسہ کے تمام معاملات اور کلی وجزوی امور میں سرپرست بنائے گئے، آخر حیات تک مدرسہ آپ کی سرپرستی ونگرانی میں ترقی کرتا رہا۔ (علمائے مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات ص ۲۱۳)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی شہادت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنے ایک مضمون ''ایک اعلان وشہادت بالحق'' میں اس تبلیغی جماعت کے مسلک ومشرب کو اور اس کے علمی وروحانی سلسلہ کو خاص طور پر حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے منسلک ومربوط فرمایا ہے، اس کے اخیر میں تحریر فرمایا:

یہ عقیدہ ومسلک آخر وقت تک اس جماعت کے ذمہ داروں، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاندان کے ارکان وافراد اور مرکز نظام الدین میں رہا اور ہے۔ (خطبات علی میاں ص ۹۴، ج ۵)

اس لئے جو مسلک ومشرب حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ کا ہے وہی مسلک ومشرب اور دینی ذوق ومزاج اس تبلیغی جماعت کا بھی ہوگا، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا مسلک وہی ہے جس کو مسلک دیوبند کہا جاتا ہے جو درحقیقت کتاب وسنت کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے ''مسلک دیوبند'' محض اس کی ایک تعبیر ہے اس کی تفصیل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی کتاب ''علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج'' (مسلک علماء دیوبند) میں اور بعض کی تفصیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے اپنی کتاب ''المہنّد علی المفنّد'' (عقائد علماء اہلسنت دیوبند) میں سوالوں کے جوابات کے ضمن میں فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغی جماعت کا عقیدہ اوران کا مسلک ومشرب وہی ہے جو اکابر دارالعلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کا ہے، یہ اعلان شہادت بالحق اجمال وابہام کے ساتھ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تو تھی ہی، اس کے بعد ۲۰۱۶ء میں بھوپال میں ہونے والے عالمی تبلیغی اجتماع کے موقع پر مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے جو واضح شہادت لاکھوں کے مجمع میں دی گویا لاکھوں تبلیغی احباب کو اس کا گواہ بنادیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کردی کہ یہ پیغام دوسروں کو بھی پہنچادیں مولانا کی وہ شہادت اور عمومی ہدایت ان ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

مرکز نظام الدین اور تبلیغی جماعت کے مسلک ومشرب سے متعلق مولانا سعد صاحب کا واضح اعلان

حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے بھوپال کے عالمی اجتماع میں لاکھوں کے مجمع کے سامنے اس حقیقت کا اظہار فرمایا:

(۱) ''ہمارا کوئی مذہب یا کوئی الگ طریقہ نہیں ہے، ہم اہل سنت والجماعت ہیں اور ہم سب کی رہبری اور ہم سب کے لئے جو چلنے کا راستہ ہے اور جو ہمارا منشور وطریقہ ہے اور علمی استفادہ میں اور دینی ودنیوی امور میں صحیح راستہ حاصل کرنے کا جو ہمارا مرکز ہے وہ دینی مدارس ہیں، صوبۂ یوپی میں اللہ تعالیٰ نے دینی مدارس کو مرکز کی حیثیت عطا فرمائی ہے، اپنے مسائل میں ان سے رجوع کرنا، بجائے اس کے کہ ادھر ادھر بھٹکتے پھریں، نہیں بلکہ دیوبند اور اہل دیوبند، ان کا مسلک ہی ہمارا مسلک ہے، دیوبند اور اہل دیوبند کا مسلک ہی ہمارا مسلک ہے، ذرہ برابر دین ودنیا کے کسی

شعبہ میں اپنی رائے قائم کرنا اس کا کوئی تصور نہ کیا گیا ہے نہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) جہاں تک مسائل کا تعلق ہے اس میں تبلیغی کام کرنے والوں کا کوئی مسلک یا اپنی کوئی رائے قائم کرنا یہ انتہائی گمراہی اور بڑے فتنہ کا سبب ہے، یہ بات ہمیشہ کے لئے اپنے دلوں میں جمالینا اور کبھی بھی اس بات کو دل میں جگہ مت دینا کہ ہم زندگی کے کسی شعبہ میں ان مدارس اور ان مرکزی مقامات سے کوئی الگ رائے رکھتے ہیں، یا کوئی الگ طریقہ رکھتے ہیں، یا اس سے ہٹ کر کوئی اور ہمارا مرجع یا کوئی مسلک ہے، اس کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش نہیں، اس لئے کہ اب سے نہیں بلکہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ بلکہ اس سے پہلے بھی ہمیشہ ہر علمی، شخصی، انفرادی، اجتماعی، تمام مسائل میں ہمیشہ قبلہ اور مرجع یہی مراکز رہے ہیں۔

(۳) یہ باتیں جو میں نے عرض کی ہیں ان کو دھیان سے یاد رکھنا، اللہ توفیق دے تو اوروں کو بھی یہ باتیں پہنچا دینا، بہت سی مساجد میں کہیں درس تفسیر کے حلقے قائم ہیں، کہیں درس حدیث کے حلقے قائم ہیں، ان سے کوئی تعارض کرنا بڑی جہالت کی بات ہے، علم تو مطلوب ہے، ہاں اتنا ضرور دیکھ لو کہ یہ حلقہ اہلسنت والجماعت اور مسلک دیوبند سے متعلق ومنسلک ہے یا نہیں، اتنا ضرور دیکھنا چاہئے، یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جہاں مجمع دیکھا وہاں بیٹھ گئے، ایک مسجد میں علمی حلقہ ہوتا ہے، گشت بھی ہوتا ہے کوئی حرج کی بات نہیں، آپ علمی حلقہ، درس کا حلقہ کرنا چاہتے ہیں ہم گشت شام کو کرلیں گے، آپ کا کام مقدم ہے، آپ کی مسجد کے درس کا حلقہ مقدم ہے، ہم کو دعوت دے کر یہیں آنا ہے اور امت کو علم پر لانا ہے۔ (انتہی بلفظہٖ)

واقعہ یہ ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے تبلیغی جماعت کے مسلک وعقیدہ کے تعلق سے ''ایک اعلان وشہادت بالحق'' (خطبات علی میاں، ص۹۴، ج۵) نہایت اختصار واجمال سے جس حقیقت کا اظہار فرمایا تھا، حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے اس تبلیغی جماعت اور مرکز نظام الدین کے عقیدہ ومسلک کے تعلق سے اس کی پوری تفصیل وتشریح فرمادی، جس کو ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ جاہل بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے، مولانا کی مذکورہ بالا یہ تفصیل اکابر علماء دیوبند کے ذوق اور ان کی فکر کی بالکل صحیح ترجمانی کرتی ہے، مولانا سعد صاحب کی یہ شہادت وہدایت بھوپال کے اجتماع میں تو لاکھوں کے مجمع میں پوری جماعت تبلیغ اور مرکز نظام الدین کے تعلق سے تھی، دوسرے موقع پر مولانا نے خود اپنی ذات کے متعلق مزید وضاحت اور صراحت سے جو کچھ تحریر فرمایا وہ بھی درج ذیل ہے:

مولانا محمد سعد صاحب کا اپنے متعلق ایک واضح تحریری اعلان اور علماء دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد

تنقیح طلب بعض فتاویٰ میں اکابر دارالعلوم دیوبند اور مفتیان دارالافتاء کی طرف سے کئے گئے بعض سوالات کے جوابات میں مولانا محمد سعد صاحب اپنے عقیدہ ومسلک اور مشرب کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''احقر بغیر کسی تردد وتأمل کے صاف لفظوں میں اپنا موقف واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ احقر الحمدللہ اپنے تمام اکابر ومشائخ علماء دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کے موقف، اور اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن کے مسلک ومشرب پر قائم ہے، اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا'' (رجوع نامہ کی سب سے پہلی تحریر، ماخوذ از سعادت نامہ ص۱۱)

چوتھے رجوع نامہ کی تحریر میں مولانا سعد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''بندہ کو علماء دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کرتا ہے اور آئندہ اس کو بیان کرنے سے انشاءاللہ مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنا حفظ وامان عطا فرمائے، آمین''

فقط والسلام بندہ محمد سعد

بنگلہ والی مسجد، حضرت نظام الدین دہلی

۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ، ۲؍فروری ۲۰۱۷ء

(ماخوذ از سعادت نامہ، مطبوعہ دیوبند ص۲۵)

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی مذکورہ بالا تقریر وتحریر اور اصحاب دعوت وتبلیغ کے لئے تاکیدی ہدایات سے مندرجہ ذیل امور بالکل منقح ہوکر سامنے آتے ہیں:

(۱) ہم اہلسنت والجماعت ہیں، ہمارا منشور مرکزی دینی مدارس ہیں اور ہماری رہبری اور رہنمائی ان ہی دینی مدارس (دارالعلوم دیوبند وغیرہ) سے مربوط ووابستہ ہے، ان مرکزی مدارس سے ہٹ کر ہمارا کوئی مذہب اور الگ طریقہ نہیں۔

(۲) تبلیغی جماعت (جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے) کا مسلک وہی ہے جو دیوبند واہل دیوبند کا مسلک ہے۔

(۳) علمی، انفرادی، اجتماعی مسائل میں بھی یہی دینی مرکزی مدارس قبلہ ومرجع ہیں، یعنی ان ہی کی ہدایات اور تحقیقات پر عمل کیا جائے گا۔

(۴) دین ودنیا کے کسی شعبہ میں ان سے ہٹ کر اپنی رائے قائم کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) احکام ومسائل میں مسلک دیوبند سے ہٹ کر اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور بڑے فتنہ کا سبب ہے۔

(۶) اہل تبلیغ کے لئے مرکزی مدارس ومقامات سے ہٹ کر کسی دوسرے مسلک اور رائے کو اختیار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

(۷) مسائل علمیہ میں ادھر ادھر کی تحقیقات میں بھٹکنے کے بجائے مسلک دیوبند ہی کو اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ دیوبند واہل دیوبند کا مسلک ہی ہمارا مسلک ہے، اس سے ہٹ کر نہ ہمارا کوئی مسلک نہ علٰحدہ جماعت۔

(۸) علمی میدان میں، درس قرآن وغیرہ کے حلقوں کے قائم کرنے اور شرکت کرنے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ مسلک دیوبند سے متعلق ومنسلک ہے یا نہیں۔

(۹) خود حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے اکابر ومشائخ اور علماء دیوبند وسہارنپور کے مسلک وموقف پر قائم ہونے کے مدعی ہیں، اسی کو حق سمجھتے ہیں اور اس سے ذرہ برابر انحراف کو پسند نہیں کرتے۔

(۱۰) علمی تحقیقات کے سلسلہ میں بھی مولانا سعد صاحب علماء دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں، اور بعض باتیں جو علماء دیوبند کی تحقیق کے خلاف اب تک انہوں نے فرمائی ہے ان سب سے بلا توجیہ وتاویل رجوع فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے مذکورہ بالا تقریری بیان اور تحریری وضاحت اور تاکیدی ہدایت کے بعد مولانا کی قابل اعتراض باتوں اور مسائل متنازعہ فیہا کا سلجھانا اور حل کرنا بہت آسان ہے، مولانا کی جس بات اور جس بیان کو بھی قابل اشکال سمجھا جاتا ہو اس پر اس پہلو سے غور کرلینا چاہئے کہ اس سلسلہ میں اکابر علماء دیوبند کی کیا تحقیق ہے، اور اس سلسلہ میں اصولی وفروعی طور پر اکابر علماء دیوبند نے کیا تحریر فرمایا ہے، اگر واقعی مولانا کی کوئی بات ایسی ہے جو اکابر علماء دیوبند کے مسلک ومشرب اور ان کے ذوق ومزاج کے خلاف ہے، تو اس کی وضاحت ہوجانی چاہئے کہ مولانا کی یہ باتیں علماء دیوبند وسہارنپور کے مسلک ومشرب کے خلاف ہیں تاکہ مولانا ان باتوں سے رجوع فرمالیں اور آئندہ اس بیان سے بھی احتیاط کریں اور اب تک جو بیان کرچکے ہیں اس کا تدارک بھی کریں، اگر ایسا نہیں ہوتا تو مولانا کے اقرار ودعوے اور مولانا کے قول وعمل میں مطابقت نہیں ہوگی، یعنی مولانا کے اس نوع کے بیانات خود مولانا ہی کے اقرار ودعوے اور ان کی دی ہوئی ہدایات کے خلاف ہوں گے۔

مسائل متنازعہ فیہا کی تحقیق کے سلسلہ میں چند قابل لحاظ امور

(۱) اکابر کے مسلک حق پر ہی قائم رہنا ضروری ہے

ماقبل میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق چونکہ اس دعوت وتبلیغ کا کام اکابر علماء دیوبند وسہارنپور کا قائم کیا ہوا ہے اور انہوں نے ہی یہ پودا لگایا اور اس کی آبیاری کرکے اس کو تن آور مثمر درخت بنایا ہے اور الحمدللہ روز اول سے اب تک ان ہی کے مسلک ومنہج پر یہ جماعت قائم ہے، اور اسی کے مطابق کام کرتی آرہی ہے، اس لئے ضروری ہوگا کہ اس دعوت وتبلیغ کے چھوٹے بڑے تمام مراکز خصوصاً مرکز نظام الدین کے اسٹیج سے نیز دعوت وتبلیغ

کے ہونے والے بڑے اجتماعات کے اسٹیج سے کوئی ایسی بات امت تک نہیں پہنچنی چاہئے جو مسلک اہلسنت والجماعت (یعنی مسلک دیوبند) کے خلاف اور اکابر علماء دیوبند کے اصول ونظریات، افکار وخیالات اور ان کے مسلک ومشرب کے خلاف ہو، ورنہ پھر یہ دعوت وتبلیغ کی جماعت وہ جماعت نہ ہوگی جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے قائم کیا تھا، اور جس کی حمایت وتائیدا کابر علماء دیوبند وسہارنپور نے کی تھی، جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے، اور جس کے مسلکِ دیوبند کے مطابق ہونے کے مرکز نظام الدین کے موجودہ ذمہ دار بھی مدّعی ومقر ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ زیر غور مسائل کی تحقیق میں بھی کوئی بات علماء دیوبند کی تحقیق اور ان کے مسلک ومشرب کے خلاف نہ اختیار کی جانی چاہئے، اور نہ ہی اجتماعات اور مرکز نظام الدین میں ہونے والے بیانات میں آنی چاہئے، افسوس ہے کہ پیش نظر جوابات میں اس پہلو کو پیش نظر نہیں رکھا گیا، اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق وتصریح نیز قوی اور راجح تفسیر کے بجائے ضعیف اور مرجوح ومردود تفسیروں کی عبارتیں جمع کر دی گئی ہیں، جو علمائے دیوبند کی تصریح کے بھی خلاف ہے، مقالات میں انشاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔

(۲) صحیح کے مقابلہ میں ضعیف اور مردود یا شاذ قول کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا

علماءِ محققین نے مختلف مواقع میں تحریر فرمایا ہے کہ راجح کے مقابلہ میں مرجوح، قوی کے مقابلہ میں ضعیف اور مشہور کے مقابلہ میں شاذ قول کا اعتبار کرنا ہرگز درست نہیں، بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ راجح کے مقابلہ میں مرجوح کالعدم ہوتا ہے، یعنی اس کو بیان کرنا اور نقل کرنا بھی درست نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

أن الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهلٌ وخرق للاجماع. (شامی ص۵۵، ج۱، مطلب لا يجوز العمل بالضعيف)

نیز تحریر فرماتے ہیں: **أن الحكم والفتيا بما هو مرجوح خلاف الاجماع وأن المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم والترجيح بغير مرجّح فی المتقابلات ممنوع.** (رسم المفتی ص۱۰۰)

ہمارے فقہاء نے احکام ومسائل کے تعلق سے کتبِ فقہ میں تو یہ بات ذکر فرمائی ہی ہے لیکن اس کے علاوہ دیگر مباحث علمیہ میں جن کا تعلق انبیاء علیہم السلام کی سیرت وکردار اور عملی واقعات یا مغیبات سے ہو، جن کا اثر فکر وعقیدہ پر پڑتا ہو، اور وہ باتیں عقیدہ سے تعلق رکھتی ہوں، یعنی عقائد پر یا انبیاء علیہم السلام پر ان کی زد پڑتی ہو، ایسے موقعوں میں بھی اقوالِ مرجوحہ وضعیفہ اور اقوالِ شاذہ کا نقل کرنا اور اس پر اعتماد کرنا یا ان سے استدلال کرنا اور اس کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنا ہرگز درست نہیں، بلکہ صحیح تفسیر کے مقابلہ میں غلط، قوی کے مقابلہ میں ضعیف، اور راجح کے مقابلہ میں مرجوح تفسیر قطعاً مردود اور غیر معتبر ہوگی، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

غیر معتبر اور مردود تفسیروں کی چھ مثالیں، پہلی مثال

حضرت زینبؓ جو پہلے حضرت زیدؓ کے نکاح میں تھیں اور مزاجی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت زیدؓ ان کو طلاق دینے پر آمادہ تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو سمجھایا اور تاکید فرمائی کہ زینب کو اپنے نکاح میں باقی رکھیں، لیکن اللہ کو منظور کچھ اور تھا، اس لئے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی، اور حضرت زینبؓ کو طلاق دے دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود حضرت زینبؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے فرما دیا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاہُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِھِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا. (سورۂ احزاب، پ۲۲)

ترجمہ و تفسیر: اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بیوی زینب

کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور خدا سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ بات بھی چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا، اور آپ لوگوں کے طعن سے اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے، پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا ہم نے آپ کا اس سے نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منھ بولے بیٹوں کی بیویوں کے نکاح کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے، جب وہ منہ بولے بیٹے ان سے اپنا جی بھر چکیں، اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔ (بیان القرآن)

لیکن اس موقع پر بعض مفسرین نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق عجیب عجیب باتیں نقل فرمادی ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً یہ کہ ایک مرتبہ حضرت زینبؓ معمولی کپڑے پہنے لیٹی ہوئی تھیں، ہوا چلنے سے پردہ کھل گیا، حضرت زینبؓ کے جسم پر آپ کی نظر پڑ گئی، ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر آپ کے دل میں غایت درجہ عشق و محبت پیدا ہوگئی، اور آپ کے دل میں اُن سے نکاح کا خیال پیدا ہوا، ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت زیدؓ کو بلانے گئے تو حضرت زینبؓ پر آپ کی نظر پڑ گئی تو دیکھا کہ حسن و جمال میں یکتا اور قد و قامت کے لحاظ سے نہایت ہی لحیم و شحیم معتدل الخلقہ، بس آپ کے دل میں محبت گھر کر گئی، اور آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کسی طرح زینب نکاح میں آجائیں، نعوذ باللہ استغفر اللہ، چند تفسیریں ملاحظہ ہوں:

فذهب قتادة وابن زيد وجماعة من المفسرين منهم الطبري وغيره إلى أن النبي ﷺ وقع منه استحسان لزينب بنت جحش وهي في عصمة زيد وكان حريصاً علىٰ أن يطلقها زيد فيتزوجها هو.....وقال مقاتل زوج النبي ﷺ زينب بنت جحش من زيد فمكث عنده حيناً، ثم إنه ﷺ اتىٰ زيداً يوماً يطلبه فابصر زيداً قائمةً كانت بيضاء جميلة جسيمة من أتم نساء قريش فهويها.....وقيل إن الله بعث ريحاً فرفعت الستر وزينب متفضلة (أى مرتدية ملابس مهنتها) في منزلتها فرأى زينب فوقعت في نفسه. (تفسیر قرطبی ص ۱۵۳، ج ۱۴، سورۂ احزاب)

بلاشبہ اس قسم کی ساری تفسیریں غیر معتبر اور مردود ہیں، علامہ ابن کثیرؒ نے تو اس قسم کی ساری تفسیروں کو نقل کرنا بھی گوارہ نہیں کیا، اور ان باطل تفسیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاف فرمادیا کہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اگرچہ بعض اسلاف سے اس طرح کے کچھ آثار نقل کئے ہیں لیکن صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان سے بالکلیہ اعراض کرتے ہیں، **ذكر ابن ابى حاتم وابن جرير ههنا آثاراً عن بعض السلف أحببنا أن نضرب عنها صفحاً لعدم صحتها فلا نوردها.**

(ابن کثیر ص ۶۴۲، ج ۲، سورۂ احزاب)

دوسری مثال

اسی طرح سورۂ نجم کی آیت **اَفَرَئَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى** اور سورۂ حج کی آیت **وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ** کے تحت بعض مفسرین نے نقل فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس آیت کے تلاوت کے وقت شیطان نے آپ پر اس طرح التباس کردیا کہ آپ کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ آیت بھی شیطان نے آپ کی آواز سے ملادی، **تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهنّ لترتجىٰ** کہ ان معبودانِ باطلہ کی شفاعت بھی قابل قبول ہوگی، رسول اللہ ﷺ کو بھی التباس ہوگیا۔

اور بعض مفسرین نے نقل فرمایا ہے کہ شیطان نے رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات کہلوادیئے اور مشرکین مکہ آپ کی زبان سے ان معبودانِ باطلہ کی تعریف سن کر خوش ہوگئے اسی وجہ سے ان سب نے بھی سجدہ کیا۔

بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے یہ آیتیں سنیں تو فرمایا ہم نے تو اس طرح تم کو نہیں سنایا، یعنی **تلك الغرانيق العلىٰ** ہم نے نہیں کہا، تو آپ کو تنبّہ ہوا **وغير ذلك من الخرافات، نعوذ بالله ونستغفر الله**، اس طرح کی ضعیف اور ناقابل اعتبار تفسیروں سے کس قدر شکوک و شبہات اور بے اعتمادی کا دروازہ کھلتا ہے، اس لئے اگرچہ بعض مفسرین و شراح حدیث نے اپنی

تفسیروں اور شروحِ حدیث میں یہ واقعات ذکر فرمائے ہیں۔

قال الحافظ في الفتح: وقد أخرجه ابن ابی حاتم والطبري وابن المنذر من طرق عن شعبة عن أبی بشر عنه قال: قرأ رسول الله ﷺ بمكة والنجم فلما بلغ اَفَرَئَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى، ألقى الشيطان على لسانه تلك الغرانيق العلى وإن شفاعتهنّ لترتجیٰ، فقال المشركون: ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم فسجد وسجدوا فنزلت هذه الآية.

(فتح الباري، تحفة الاحوذی ص۱۳۶، ج۳)

لیکن علمائے محققین نے واضح طور پر اِس کی تردید فرمائی ہے کہ عقلاً ونقلاً یہ قصہ اور تفسیر بالکل باطل ہے، کیونکہ معبودانِ باطلہ کی تعریف کفر ہے اور شیطان کا آپ پر تسلط اور آپ کی زبانِ مبارک سے یہ جملہ کہلوا دینا بالکل غلط اور آپ کی شانِ عصمت کے خلاف ہے، اسی وجہ سے علامہ ابن کثیرؒ اور علامہ قرطبیؒ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ کسی صحیح سند سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

وقد ذكر كثير من المفسرين هٰهنا قصة الغرانيق.....ولكنها من طرق كلها مرسلة ولم أرها مسندة من وجه صحيح. (ابن کثیر ص۳۰۵، ج۳، سورۂ حج، قرطبی، ص۷۲، ج۱۲، سورۂ حج)

قال النووی في شرح المسلم قال القاضی العیاضؒ وكان سبب سجودهم فيما قال ابن مسعودؓ أنها أول سجدة نزلت قال القاضی وأما ما يرويه الاخباريون والمفسرون أن سبب ذلک ما جرى على لسان رسول الله ﷺ من الثناء على ألهة المشركين في سورة النجم فباطل، لا يصح فيه شئی لا من جهة النقل ولا من جهة العقل لأن مدح إلى غير الله تعالیٰ كفر ولا يصح نسبة ذلک إلى لسان رسول الله ﷺ ولا أن يقوله الشيطان على لسانه، ولا يصح تسليط الشيطان على ذلک انتهیٰ كلام النووی.

قال الكرمانی وما قيل من أن ذلک بسبب إلقاء الشيطان في أثناء قرأة رسول الله ﷺ لا صحة له عقلاً ولا نقلاً انتهیٰ كلام الكرمانی. (شرح مسلم للنووی، تحفة الاحوذی ص۱۳۵، ج۳، باب ما جاء في السجدة في النجم)

اسی وجہ سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

کتب حدیث میں اس جگہ ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جو غرانیق کے نام سے معروف ہے، یہ واقعہ جمہور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، بعض حضرات نے اس کو موضوعِ ملحدین وزنادقہ کی ایجاد قرار دیا ہے۔ (معارف القرآن ص۲۶۵، ج۶، سورۂ حشر)

تیسری مثال

ہاروت وماروت کے تعلق سے متعدد مفسرین نے حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، کعب احبارؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں جب بنو آدم نے بہت زیادہ فتنہ وفساد مچایا تو فرشتوں نے ان کو عار دلائی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا ان کی جگہ اگر تم ہوتے اور جس طرح نفس وشہوت ان کے ساتھ ہے اگر تمہارے ساتھ ہوتو تم بھی ایسی حرکتیں کرنے لگو گے، فرشتوں نے کہا سبحان اللہ.....قصہ مختصر یہ کہ بعض مفسرین کی تصریح کے مطابق ہاروت وماروت فرشتوں پر بطور امتحان کے شہوت مسلط کر کے ان کو دنیا میں بھیج دیا گیا، حتیٰ کہ زہرہ نامی عورت سے ان کا سابقہ پڑا اور وہ دونوں فرشتے اس پر ایسے مفتون اور دیوانہ ہوئے کہ اس کی خواہش پوری کرنے کے خاطر اس کے کہنے سے انہوں نے شراب بھی پی، اس کے باطل مذہب کو بھی قبول کر لیا، اور ایک شخص کا قتل بھی کر دیا، پھر اس عورت نے انہی فرشتوں سے وہ کلمات بھی سیکھ لئے جن کو پڑھ کر فرشتے آسمان پر جاتے تھے، چنانچہ وہ کلمات پڑھ کر زہرہ نامی عورت آسمان پر چلی گئی، اُسی عورت کو مسخ کر کے زہرہ نامی شکل میں تبدیل کر دیا گیا، اس نوع کی خرافات بعض مفسرین نے ذکر فرمائی ہیں، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

وقد روی عن علی وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وكعب الأحبار أنه لما كثر الفساد من أولاد آدم......إلى

أن قال وراوداها عن نفسها فأبت إلا أن يدخل في دينها ويشربا الخمر ويقتلا النفس التي حرم الله،فأجاباها وشرب الخمر وألما بها. (تفسیر قرطبی ص۳۶،ج۲،سورۂ بقرہ)

لیکن علامہ قرطبیؒ نے اس پوری تفصیل کونقل کرنے کے بعد تحریرفرمایا ہے کہ یہ پورا کا پورا قصہ ضعیف اور نا قابل اعتبار ہے،ابن عمرؓ وغیرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں،اور فرشتوں کے سلسلہ میں اصولی طور پر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں،معصوم ہیں،اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرسکتے،ان نصوص کے بھی قطعی خلاف ہے،اس لئے یہ قصہ مردود ہے،علامہ قرطبیؒ نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اس قصہ کا باطل ہونا تحریر فرمایا ہے،چنانچہ تحریرفرماتے ہیں:

هـذا كـل ضـعيف وبعيد عن إبن عمر وغيره لا يصح منه شئى، فإنه قول تدفعه الأصول في الملٰئكة الذين هم أمناء الله على وحيه، وسفراءهٗ إلى رسله، لا يعصون الله ما أمرهم ويفعلون ما يؤمرون، بل عباد مكرمون الخ.

(تفسیر قرطبی ص۳۶،ج۲،سورۂ بقرہ)

اسی طرح علامہ ابن کثیرؒ نے بھی اس قصہ کونقل کرنے کے بعد تحریرفرمایا ہے کہ یہ پورا کا پورا قصہ بنی اسرائیل کے اخبار سے ماخوذ ہے کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی بھی صحیح مرفوع اور متصل السند روایت موجود نہیں ہے،اس لئے یہ سب مردود اور نا قابل اعتبار ہے،چنانچہ تحریرفرماتے ہیں:

وقـد روى فـي قـصة هـاروت ومـاروت عـن جماعة من التابعين كمجاهد والسدى والحسن البصري وقتادة وأبى الـعـالية والـزهـري والـربـيـع بـن أنـس ومـقاتل بن حيان وغيرهم، وقصها خلق من المفسرين من المتقدمين والمتأخرين، وحـاصـلـهـا راجـع فـي تـفـصيـلـهـا إلى أخبار بني إسرائيل، إذ ليس فيها حديث مرفوع صحيح متصل الإسناد إلى الصادق المصدوق. (تفسیر ابن کثیر ص۱۴۱،ج۱،سورۂ بقرہ)

علامہ ابن کثیر اور قرطبی رحمہما اللہ کی تصریح سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آیات کی تفسیر اور گذشتہ قوموں کے واقعات اور اخبار ومغیبات میں صرف انہی واقعات اور نقول کو معتبر سمجھا جاسکتا ہے اور ان ہی کی صحت میں اطمینان کیا جاسکتا ہے جو کسی صحیح متصل السند مرفوع حدیث سے ثابت ہوں، اور وہ تفسیر یا واقعہ کسی اصولِ شرع کے خلاف بھی نہ ہو مثلاً فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق شریعت نے جو بنیادی باتیں بیان کی ہیں مثلاً عصمت ملائکہ وانبیاء ان کے خلاف بھی نہ ہو۔

الغرض کسی تفسیر اور واقعہ کے تعلق سے تفسیر کی کتابوں میں حوالوں اور نقول کا مل جانا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا،خصوصاً جب کہ اس کا تعلق گذشتہ نبیوں اور قوموں کے واقعات سے ہو،اور ان کے تسلیم کر لینے سے ان پر اعتراض لازم آتا ہو،جب تک کہ کسی صحیح مرفوع روایت سے اس کا ثبوت نہ ہو۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ پیش نظر جوابات میں مولانا سعد صاحب کی غلط باتوں کی تائید میں کتب تفسیر سے ایسی ہی نقول جمع کردی گئی ہیں، جن کا تعلق گذشتہ قوموں کے واقعات سے ہے اور کسی صحیح مرفوع حدیث سے ان کا کوئی ثبوت نہیں،اور ان کے تسلیم کر لینے سے انبیاء علیہم السلام پر اعتراض بھی لازم آتا ہے،علامہ ابن کثیرؒ اور علامہ قرطبیؒ نے ایسی تفسیر اور ایسے نقول کو قبول کرنے سے شدت سے انکار کیا ہے،لیکن افسوس کہ پیش نظر جوابات میں ان ہی کا سہارا لیا گیا ہے جو خود معتبر تفسیروں اور علمائے دیوبند کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں،جس کی تفصیل مقالات میں آرہی ہے۔

چوتھی مثال

حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ میں سورۂ ص میں آیت **هَـلْ اَتٰـکَ نَبَـأُ الْخَصْمِ** کے تحت مفسرین نے حضرت انسؓ کے حوالہ سے حدیث مرفوع کہہ کر نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی جو کسی نہر کے کنارے باغ میں یا کسی چھت پر برہنہ ہوکر غسل کررہی تھی،اس پر نظر پڑتے ہی اس عورت کی محبت ان کے دل میں گھر کرگئی،پھر وہ عورت اپنے بال جھاڑنے لگی اس ادا نے ان کے دل میں محبت میں اور اضافہ کردیا،قصہ مختصر یہ کہ داؤد علیہ السلام نے اس عورت سے شادی کرنے کی ٹھان لی،تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی مجاہد کی بیوی تھی جس کا نام

اوریا بن حنان تھا، لیکن اس سے شادی کیسے کر سکتے تھے، اس کی تدبیر حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کی کہ کسی طرح سازش کے تحت اس کو جنگی مہم میں روانہ کر دیا، اور اس کو مروا دیا، اس کے انتقال کے بعد اس عورت سے حضرت داؤد علیہ السلام نے شادی کر لی، چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے:

عن أنس ابن مالک یقول سمعت رسول اللہﷺ یقول إن داؤد النبي علیه السلام حین نظر إلی إمرأة فهمّ بها، قطع علی بني إسرائیل بعثاً..... فنظر إمرأة في بستان علی شط برکة تغتسل، وقال السدي تغتسل عریانة علی سطح لها، فرأی أجمل النساء خلقاً، فأبصرت ظله فنفضت شعرها فغطی بدنها، فزاده إعجاباً بها وکان زوجها اوریا بن حیان الخ.

(تفسیر قرطبی ص ۱۱۰، ج ۱۵)

لیکن علامہ ابن کثیرؒ نے واضح طور پر فرما دیا کہ مفسرین نے اس موقع پر جو قصہ نقل فرمایا ہے وہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے اس لئے بالکل نا قابل اعتبار ہے، اور اس سلسلہ میں رسول اللہﷺ سے پختہ سند سے کوئی ایسی حدیث نہیں پائی جاتی جس پر اعتماد کیا جا سکے، اور جن بعض لوگوں سے منقول بھی ہے اس کی سند صحیح نہیں، چنانچہ اس قصہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

قد ذکر المفسرون هٰهنا قصة أکثرها مأخوذ من الإسرائیلیات ولم یثبت فیها عن المعصوم حدیث یجب إتباعه ولکن روی إبن وأبی حاتم هنا لا یصح سنده الخ. (ابن کثیر، سورہ ص، ص ۳۱، ج ۳)

علامہ ابن کثیرؒ کی اس تحقیق وتصریح سے بھی یقینی طور پر معلوم ہوا کہ گذشتہ قوموں کے واقعات اور غیب کی باتوں کے سلسلہ میں صحیح تفسیر جس کا ماخذ بھی صحیح حدیث ہو وہی معتبر ہوگی ورنہ نہیں، محض کتب تفسیر میں کسی بات کا منقول ہو جانا ہرگز اعتماد اور بیان کے لئے کافی نہیں، جب تک کہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہ ہو، کیونکہ بیشتر اس طرح کی روایتیں اسرائیلیات اور اہل کتاب ہی سے ماخوذ ہے جن پر اعتماد کرنا درست نہیں، جب تک کہ صحیح روایت سے اس کی تائید نہ ہو جائے، خصوصاً اس وقت جب کہ اس کے تسلیم کر لینے سے کسی نبی کی ذات پر حرف آتا ہو۔

لیکن افسوس کے پیش نظر جوابات میں بعض کتب تفسیر سے رطب و یابس صحیح وغلط سب طرح کی عبارتیں جمع کر دی گئیں ہیں، علامہ ابن کثیرؒ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق اگر ان کو دیکھا جائے تو وہ مردود اور نا قابل اعتبار ٹھہرتی ہیں، نیز اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات کے بھی بالکل خلاف ہے۔

پانچویں مثال

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورہ ص میں مفسرین نے آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ الخ کے تحت ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک انگھوٹی کی بدولت سب پر حکومت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ بیت الخلاء جاتے وقت انگوٹھی اتار کر اپنی بیوی کے حوالے کر دی اور بیت الخلاء چلے گئے، آصف نامی شیطان سلیمان علیہ السلام کی شکل میں ان کی بیوی کے پاس آیا اور انگوٹھی مانگی، انہوں نے سلیمان علیہ السلام سمجھ کر دے دی، حالانکہ وہ شیطان تھا، بس اس کے بعد سے سلیمان علیہ السلام کی حالت بدل گئی، اور ان سے ان کی حکومت ہی کا خاتمہ ہو گیا، ان کی جگہ شیطان حکومت کرنے لگا، ان کی بیویوں نے بھی ان کو اپنے قریب آنے سے منع کر دیا وہ اتنے گئے گزرے ہو گئے کہ حالت حیض میں بھی اپنی بیویوں کے پاس جانے کی کوشش کرنے لگے..... شیطان نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی، چالیس دن کے بعد سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی ملی، اور اس چالیس دن کی مدت میں سلیمان علیہ السلام کے گھر میں بتوں کی عبادت ہوتی رہی، اللہ تعالیٰ کو سلیمان علیہ السلام پر رحم آیا، انہوں نے ایک مچھلی خریدی، اس کا پیٹ چاک کیا، اس میں سے وہ انگوٹھی نکل آئی، چنانچہ ان کی سابقہ حکومت پھر لوٹ آئی، وغیرہ وغیرہ۔

مفسرین نے اپنی کتب تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے اس قصہ کو نقل فرمایا ہے، چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال أراد سلیمان علیه الصلوٰة والسلام أن یدخل الخلاء فأعطی الجرادة خاتمه وکانت الجرادة إمرأته، وکان أحب نسائه إلیه، فجاء الشیطان في صورة سلیمان فقال لها هاتي خاتمي فأعطته إیاه فلما لبسه دانت له الإنس والجن والشیاطین الخ. (تفسیر ابن کثیر سورہ ص، ص ۳۵، ج ۴)

لیکن سب کے نقل کر دینے کے بعد علامہ ابن کثیرؒ نے فیصلہ کن بات یہ تحریر فرمائی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پورا کا پورا قصہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ اور موضوعات میں سے ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃً اگر اس کو قوی اور صحیح بھی مان لیا جائے، تب بھی یہی کہا جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو اہل کتاب سے یعنی اسرائیلی روایت ہی سے لیا ہوگا، اس لئے قابل قبول نہیں، کیونکہ اس کے قبول کر لینے سے تو انبیاء علیہم السلام کی ذات پر اعتراض لازم آتا ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

وقد رویت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی الله عنهم کسعید بن المسیب وزید بن أسلم وجماعة آخرین وکلها متلقاة من قصص أهل الکتاب.....إسناده إلی إبن عباس رضی الله عنهما قوی ولکن الظاهر أنه إنما تلقاه إبن عباس رضی الله عنهما إن صح عنه من أهل الکتاب وفیهم طائفة لا یعتقدون نبوة سلیمان علیه السلام فالظاهر أنهم یکذبون علیهم.....وأری هذه کلها من الإسرائیلیات.

(تفسیر ابن کثیر سورہ ص، ص ۳۶، ج ۴)

اس واقعہ میں بھی مفسرین نے جو قصہ نقل فرمایا ہے چونکہ وہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، اس لئے علامہ ابن کثیرؒ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا اور واضح طور پر اس کی تردید فرمائی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی آیت کی تفسیر یا واقعات کی صحت میں محض کتب تفسیر کا حوالہ مل جانا کافی نہیں بلکہ اس کے ثبوت کے لئے کسی صحیح، صریح، مرفوع، متصل السند حدیث کا ہونا بھی ضروری ہے، خصوصاً ایسے واقعات میں جس کا تعلق انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ہو، اور اس کے تسلیم کر لینے سے ان کی ذات پر کوئی اعتراض لازم آتا ہو، ایسی صورتوں میں اسرائیلی روایتوں پر اعتماد کرنا بلکہ ان کو نقل کرنا اور بیان کرنا ہرگز درست نہیں ہوسکتا، واللہ اعلم۔

چھٹویں مثال

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق بعض مفسرین نے یہ نقل فرمادیا کہ قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ کہہ کر غیر اللہ سے مدد چاہی، جس کے نتیجہ میں مزید آپ کو سات سال تک جیل میں رہنا پڑا، جیسا کہ بعض مفسرین نے نقل فرمایا ہے، لیکن یہ روایت بھی مرسل اور ناقابل اعتبار ہے، علامہ ابن کثیرؒ نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے یوسف علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اس کی صراحت فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیثِ مرسل اگرچہ بہت سے علماء کے نزدیک معتبر و قابلِ احتجاج ہوتی ہے، لیکن ایسے مواقع میں حدیثِ مرسل بھی حجت نہیں۔

وهذا الحدیث ضعیف جدّاً لأن سفیان بن وکیع ضعیف، وإبراهیم بن یزید هو الخوزی أضعف منه ایضاً، وقد روی عن الحسن وقتادة مرسلاً عن کل منهما، وهذه المرسلات ههنا لا یقبل لو قبل المرسل من حیث هو فی غیر هذاالموطن، والله اعلم. (ابن کثیر ص ۶۲۴، ج ۲، سورۂ یوسف) (اس کی بھی مزید تفصیل مستقل ایک مقالہ میں کردی گئی ہے)

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تعلق سے اسی نوع کی باتوں کے متعلق جناب مولانا سعد صاحب اور ان کے حامیین اور ان کی طرف سے جوابات لکھنے والوں نے مفسرین کے ایسے ہی اقوالِ ضعیفہ و مرجوحہ کا سہارا لے کر اس کو بطور دلیل کے نقل کیا ہے، جو قطعاً مردود اور ناقابل اعتبار ہیں، اور جن کے تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں انبیاء علیہم السلام کی شان میں سخت بے ادبی و گستاخی کا دروازہ کھلتا ہے، جس سے ہمارے اکابر اور علمائے محققین ہمیشہ اجتناب کرتے تھے، لیکن افسوس کہ پیش نظر جوابات میں اکابر اور علمائے محققین کے طرز کے خلاف بڑی جرأت کی گئی ہے، مقالات میں انشاء اللہ ان سب کی تفصیل آگے آئے گی۔

امام مسلمؒ کا فرمان

حضرت امام مسلمؒ نے تو مسلم شریف کے مقدمہ میں ان لوگوں پر بہت سخت تنقید کی ہے، جو اقوالِ ضعیفہ ومرجوحہ یا اقوالِ شاذہ یا ساقطہ یا احادیث منکرہ غیر معروفہ نقل کرتے اوران کو مستدل بناتے ہیں، اخیر میں یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ آخر ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، جب کہ مقاصدِ صحیحہ اورفضائل کے لئے احادیث صحیحہ بکثرت موجود ہیں، نیز فرماتے ہیں جولوگ ایسے عجائبات کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حبّ جاہ اور شہرت ہی اس کا باعث ہوسکتا ہے تاکہ لوگ ان کے عجائبات کوسن کرعش عش کریں، علامہ کی عبارت درج ذیل ہے:

فلو الذى رأينا من سوء صنيع كثير ممن نصب نفسه محدثاً فيما يلزمهم من ترك الاحاديث الضعيفة والروايات المنكرة وتركهم الاقتصار على الاخبار الصحيحة المشهورة مما نقله الثقات الخ. (مقدمہ مسلم ص۵ ومابعد)

ہمارے بہت سے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں بہت سے اقوالِ ضعیفہ وشاذہ کو جمع کیا ہے، ان کا مقصد سارے اقوال کو جمع کرنا ہی تھا تاکہ لوگ بعد میں تحقیق وتنقیح کرتے رہیں، اسی وجہ سے ''قیل وقیل'' کہہ کر ذکر فرماتے ہیں، اورجن اکابر مفسرین نے بعض اقوالِ ضعیفہ پر اعتماد کر کے نقل بھی کیا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ ان کو پوری تحقیق نہ ہوسکی تھی، باقی اقوالِ شاذہ وضعیفہ اور مرجوحہ کو نقل کرنا اوران کو بیان کر کے اس سے نتائج اخذ کرنا ہرگز درست نہیں۔

جناب مولانا سعد صاحب کے یہاں بہت کثرت سے یہی باتیں ملتی ہیں، کبھی مولانا وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کی غیر معروف اورشاذ تفسیر کر کے نتیجہ نکالتے ہیں، کبھی كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ میں کلب کے معنیٰ شیر کردیتے ہیں، کبھی وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کی غلط تفسیر کرتے ہوئے نماز کے بعد مشورہ کرنے اوراس کے ضروری ہونے پر استدلال کرتے ہیں، کبھی اُذْكُرْنِىْ عِنْدَ رَبِّكَ کی مرجوح تفسیر کر کے یوسف علیہ السلام پر نقد کرتے ہیں، کبھی موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ان پر ترکِ دعوت کا الزام لگاتے ہیں، کبھی حضرت عمرؓ کے محرّف اثر سے استدلال کرتے ہوئے امت کے زناکاروں کو تنخواہ لے کر قرآن کی تعلیم دینے والوں پر فوقیت دیتے ہیں، اور زناکاروں کا ان سے پہلے جنت میں جانا بیان کرتے ہیں، کبھی واقعات تو صحیح بیان کرتے ہیں، لیکن استدلال بالکل غلط کرتے ہیں، مثلاً ننانوے کے قاتل کا قصہ حدیثوں میں آیا ہے اس سے توبہ کی قبولیت کے لئے خروج کو شرطِ لازم قرار دیتے ہیں، اورتمام اسلاف پر الزام لگاتے ہیں کہ چوتھی شرط لوگ بھول گئے، کبھی پیشاب دانی وغیرہ کی مثالوں کو دلیل اور مقیس علیہ بنا کر ملٹی میڈیا موبائل میں قرآن پاک سننے کو ناجائز وحرام ہونے کا حکم لگاتے ہیں، اوراس کو پاس میں رکھنے والے کی نماز نہ ہونے کا بھی حکم دیتے ہیں، اوراس کے علاوہ پچاسوں اسی نوع کی باتیں کرتے ہیں، جوان کے غلط استدلالات کے نمونے ہیں۔

امام غزالیؒ جیسے محقق نے بھی اگر کبھی اس طرح کی باتوں کو بیان کردیا ہے تو بعد کے محققین نے ان کی سخت تردید کی ہے، اورصاف طور پر کہہ دیا ہے کہ اس طرح کی بے اصل احادیث غیر معروفہ اور بے بنیاد باتوں سے دھوکہ میں نہ پڑیں، مثلاً: امام غزالیؒ نے قیامت کے بعض احوال کے متعلق بعض ایسی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے سخت تنبیہ اور تنقید فرمائی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے واضح طور پر تحریر فرمایا ہے کہ امام غزالیؒ کی کتاب ''کشف علوم الآخرۃ'' میں بہت سی ایسی بے سند باتیں ذکر کردی گئی ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں، ایسی باتوں سے دھوکہ میں مت پڑنا، حافظ صاحبؒ کی عبارت درج ذیل ہے: **وذكر ابو حامد الغزالى فى "كشف علوم الآخرة": أن بين إتيان أهل الموقف آدم وإتيانهم نوحاً ألف سنة، وكذا بين كل نبى ونبى إلى نبيناﷺ، ولم أقف لذلك على أصل، ولقد أكثر فى هذا الكتاب من إيراد أحاديث لا أصول لها، فلا يغتر بشئى منها، قاله الحافظ.** (فتح الملہم شرح مسلم، کتاب الایمان ص ۳۵۹، ج ۲)

دین کی حفاظت کے خاطر آج کے علماء پر بھی مولانا سعد صاحب کی غلط باتوں پر تنقید کرنا، اصلاح کرنا وقت کا اہم فریضہ ہے، تاکہ امت میں یہ غلط باتیں نہ چل پڑیں، جیساکہ خود حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''کوئی چیز قابلِ اصلاح ہو تو اس کی اصلاح کرلی جائے کہ کہیں کوئی بات امت میں نہ چل پڑے''

لیکن پیشِ نظر جوابات میں ان کی حمایت میں مفسرین کے جو اقوال اور عبارتیں ذکر کی گئی ہیں وہ بھی اکثر اقوالِ ضعیفہ ومرجوحہ اور اقوالِ شاذہ ہی ہیں، اس لئے حضرات محققین اور اکابرِ علماء دیوبند کے نزدیک یہ جوابات محلِّ غور اور قابلِ توجہ ہیں۔

(۳) تفردات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا

بالفرض مولانا سعد صاحب اوران کے معتقدین ومؤیّدین کے نزدیک اُن کی باتیں اوراجتہادات صحیح بھی ہوں جو دوسرے علماءِ محققین کی تحقیق کے مطابق شاذ یا ضعیف ومنکر اور قیاسِ فاسد اور غلط ہیں، تب بھی اکابر کی تحقیق کے مقابلہ میں اِن کی حیثیت مولانا کے تفردات سے زیادہ نہیں کہ وہ جن باتوں کو بیان کرتے ہیں اکابر علماءِ محققین کو اُن پر سخت اشکالات ہیں۔

جب ہمارے اسلاف اور فقہاءِ محققین نے اپنے محقق اساتذہ ومحدثین کے تفردات کو رد کردیا، اور علامہ قاسم بن قطلو بغا جیسے محقق نے اپنے اُستاذ وشیخ، محققِ کبیر شارح ہدایہ علامہ ابن ہمامؒ جیسے کے بارے میں فرمادیا کہ ہمارے شیخ کے تفردات کا کوئی اعتبار نہیں، اور بعد کے فقہاء نے اِس کو تسلیم کیا، اور اُسی کے مطابق عمل جاری رکھا، چنانچہ علامہ شامیؒ نقل فرماتے ہیں:

قال العلامة قاسم فی حق شیخه خاتمة المحققین الکمال ابن الهمام: لا یعمل بأبحاث شیخنا التی تخالف المذهب. (رسم المفتی ص ۶۸)

توجب فقہاءِ محققین کے تفردات کو جمہور محققین کے مقابلہ میں رد کردیا گیا، تو یہ آج کل کے نئے نئے مجتہدین اور مولانا کس شمار میں آئیں گے، اور جمہور محققین کے خلاف ان کی تحقیقات کس درجہ قابل اعتبار ہوں گی، خود ہی فیصلہ کرلینا چاہئے۔

(۴) اکابر علماء ہی کی ترجیحات کا اعتبار کیا جائے گا

کسی بھی علمی تحقیق میں یا کسی عقلی ونقلی مسئلہ میں مفسرین ومحدثین اور علماء محققین کی نقول وآراء مختلف ہوں تو مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق ہم کو یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ ہمارے علماء دیوبند خصوصاً وہ علماء جنہوں نے آیات کی تفسیر اور واقعات کی تحقیق وتطبیق میں جمہور اور سلف کے راجح مسلک اور راجح تفسیر ہی کو نقل کرنے کا اہتمام والتزام کیا ہے، ہمارے لئے بھی اسی کو اختیار کرنا اور اسی تحقیق کا اتباع کرنا اور اس کے مقابلہ میں مرجوح سے صرفِ نظر کرنا اور کفِّ لسان وکفِّ قلم واجب ہوگا، اس لئے مسائل متنازعہ فیہا میں بھی اکابر علماء کے اختیار کردہ راجح قول ہی کو اختیار کرنا ضروری ہوگا، خصوصاً ہمارے وہ اکابر جنہوں نے ہر موقع پر سلف کے مسلک قدیم اور مسلک جمہور کو اختیار کرنے کا التزام کیا ہے، ان کی تحقیق اور نقل کو بہر حال سب پر فوقیت وترجیح حاصل ہوگی بلکہ معیار کے طور پر ان کی تحقیق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا، مثال کے طور پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں جن باتوں کا اہتمام والتزام کیا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے خود ہی تحریر فرماتے ہیں:

''ہر جگہ تفسیر میں اتباعِ سلف صالح کا کیا ہے، متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہیں لیا''۔

''جہاں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں ان میں جس کو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا صرف اسی کو اختیار کرلیا گیا، سب کو نقل نہیں کیا''

''جس آیت میں تفسیر میں بہت سے اقوال مفسرین کے ہیں ان میں سے جس کی ترجیح معلوم ہوئی صرف اسی کو لے لیا، بقیہ سے تعرّض نہیں کیا'' کتبہ اشرف علی۔

(مقدمہ بیان القرآن)

اور مثلاً قرآن پاک میں ذکر کردہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات کی تحقیق وتطبیق کے سلسلہ میں حلقہ دیوبند میں علماء محققین کے نزدیک نہایت اہم اور معتبر کتاب حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی تصنیف کردہ ''قصص القرآن'' ہے، اس کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے خود مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''کتاب میں واقعات کی اساس وبنیاد قرآن عزیز کو بنایا گیا ہے، اور صحیح احادیث ومستند تاریخی واقعات سے ان کی توضیح وتشریح کی گئی ہے''

''اسرائیلی روایات کی خرافت اور معاندین کے اعتراضات کی بطالت کو حقائق کی روشنی میں ظاہر کردیا گیا ہے''

’’تفسیری، حدیثی، اور تاریخی مسائل اوران سے متعلق مباحث واشکالات پر بحث ونظر کے بعد سلف صالحین کے مسلک قدیم کے مطابق ان کی تحقیق اوران کا حل پیش کیا گیا ہے۔(قصص القرآن ص۹،ج۳)

’’خاص خاص مقامات پرتفسیری،حدیثی اورتاریخی اشکالات پر بحث وتمحیص کے بعد سلف صالحین کے مطابق ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔

(قصص القرآن ص۹،ج۱)

اس لئے تفسیری روایات اور واقعات کی تحقیق وتطبیق میں ان اکابر علماء کی تحقیق وترجیح کوفوقیت ہوگی جنہوں نے جمہور وسلف کے قدیم مسلک کے مطابق تشریح کی اوراس کونقل کرنے کا اہتمام والتزام کیااس کے علاوہ دوسری تفسیری روایات اور غیر محقق واقعات سے کفّ لسان وکفّ قلم اوران سے صَرفِ نظر کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح کتب تفسیر میں درجات وترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا،مثلاً قدماء کی تفسیر میں علامہ ابن کثیرؒ کی تفسیر ابن کثیر کا جومرتبہ ومقام ہے وہ دوسری تفاسیر کا ہرگز نہیں ہوسکتا اور یہ بات علماء محققین کے درمیان متفق علیہ ہے،اس لئے تعارض کی صورت میں علامہ سیوطیؒ کی درمنثور وغیرہ کے مقابلہ میں محقق ابن کثیر اورتفسیر قرطبی کی تحقیق وتصریح کوترجیح حاصل ہوگی،خصوصاً ان آیات کی تفسیر اوران واقعات کی تحقیق میں جن میں دوسرے اقوال ضعیفہ اورمرجوح تفسیر کواختیار کرنے سے انبیاءعلیہم السلام کی شان میں گستاخی وبے باکی کا دروازہ کھلتا ہو،ایسی صورت میں تو یقیناً مرجوح تفسیر کے اختیار کرنے سے کفّ لسان وکفّ قلم واجب ہوگا اور محققین کی راجح تفسیر ہی کواختیار کرنا ہی ضروری ہوگا۔

(۵)مسائل کی تحقیق محض مخلصانہ جذبہ سے ہونی چاہئے

زیرغورمسائل کی تحقیق ’’الدّین النّصیحة ‘‘ کےتحت محض مخلصانہ جذبہ سے ہی ہونی چاہئے جس سے محض امت کے ساتھ خیرخواہی مقصود ہو،جیسا کہ حضرت والا نے جوابات کے شروع میں تمہید میں تحریر فرمایا ہے کہ:

’’خاص طور سے حوالہ جات کوجمع فرمائیں تاکہ واقعی کوئی چیز قابل اصلاح ہو،تواس کی اصلاح کرلی جائے،کہ کہیں غلط بات امت میں نہ چل پڑے‘‘

حضرت والا کے فرمان کے مطابق بس یہی جذبہ ہی پیش نظر ہونا چاہئے،کسی خاص شخصیت کی حمایت وطرفداری اوراس کوطعن سے بچانا مقصود نہ ہوکہ اس کے خاطر خواہ مخواہ کی تاویلات فاسدہ یااقوال ضعیفہ ومرجوحہ کا سہارا لیا جائے۔

حضرت والا کی جانب سے شائع شدہ جوابات میں جن مسائل متنازعہ فیہا کی تحقیق کی گئی ہے اس کے متعلق بہت سے حضرات اہل علم کا تأثر اوراحساس یہ ہے کہ اس میں علم اورتحقیق کے میدان میں میزان عدل وانصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا گیا،جیسا کہ مندرجہ ذیل وجوہات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ایک تواس وجہ سے کہ تحریرکردہ جوابات میں شخصیت کواعتراض سے بچانے اورمحض طرفداری وحمایت کے خاطر اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات سے خصوصاً وہ اکابر جنہوں نے اس نوع کے مباحث کواپنی تحقیق کا موضوع بنایا،اور مکمل تحقیق کے بعد صرف محقق اور راجح ہی قول کونقل کرنے کا اہتمام والتزام کیا،جیسا کہ ماقبل میں گزرا،ان اکابر علماء دیوبند کی راجح تحقیقات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اقوال ضعیفہ ومرجوحہ کا سہارا لیا گیا ہے،جس کی تفصیل عنقریب ہر جواب کے ضمن میں انشاءاللہ آئے گی۔

(۲) دوسرے مولانا کی بہت سی باتیں بہت سے حضرات اہل علم کے لئے قابل اعتراض اورمحلِ گرفت ہیں،بعض جوابات میں قابل گرفت مولانا کی پوری بات نقل نہ کرکے محض مبہم اور گول مول بات کہہ کراس پر پردہ ڈالنے اوراس کو ہلکا کرنے کی کوشش کی گئی ہے،جب کہ علمی دیانت داری اورامت کے ساتھ خیرخواہی کا تقاضا یہ تھا کہ مولانا کی قابل اعتراض باتوں کو پورا کا پورا نقل کیا جاتا پھرراجح مسلک کے مطابق اس کی تحقیق یارجوع کا اعلان کیا جاتا،آئندہ سطور میں انشاءاللہ اس کی بھی وضاحت کی جائے گی۔

(۶) محض نقول اور حوالے و مراجع کا پیش کر دینا کافی نہیں

ایک بات یہ بھی قابل توجہ و قابل لحاظ ہے کہ مولانا سعد صاحب کی بہت سی باتیں جن پر اہل علم کو اعتراض ہے ان میں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ مولانا جن واقعات کو بیان کر کے اس سے نتائج اخذ کرتے ہیں، اور بقول مولانا کے دعوت وتبلیغ کے اصول مستنبط کئے ہیں، ان میں بعض جگہ تو وہ نقول ہی غیر معتبر، اسرائیلی روایات پر مشتمل، اور غلط یا مرجوح تفسیر پر مبنی ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ اور یوسف علیہما السلام کے واقعہ میں، کہ واقعہ بھی غلط اور اس سے استنباط واستنتاج بھی غلط، اور مسلک دیوبند وا کابر علماء دیوبند کی تحقیق کے بھی خلاف۔

اور بعض جگہ مولانا کوئی واقعہ بیان فرماتے ہیں اور وہ واقعہ تو بالکل صحیح ہوتا ہے لیکن مولانا اس سے جو استدلال فرماتے ہیں وہ بالکل غلط اور باطل ہوتا ہے، مثلاً حدیثوں میں ۹۹ کے قاتل اور اس کی توبہ کا تذکرہ آیا ہے، کہ قصہ تو بالکل صحیح ہے، صحیح حدیثوں میں آیا ہے لیکن اس سے مولانا جو نتیجہ نکالتے ہیں کہ توبہ کے لئے خروج ضروری ہے، اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی، اس شرط کو بیان کرنا لوگ بھول گئے، یہ استدلال بالکل غلط اور باطل ہے۔

یا مثلاً اذان کی مشروعیت کے قصہ میں حدیث پاک میں جو تفصیل آئی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ لیا، بعض نے ناقوس اور بعض نے قرن بجانے کا مشورہ دیا آپ نے سب کو رد فرما دیا، قصہ بالکل صحیح ہے، **كما جاء في رواية الترمذي**، لیکن مولانا اس سے جو نتیجہ نکالتے اور استنباط کرتے ہیں وہ بالکل غلط کہ دعوت وتبلیغ میں رواجی طریقوں اور جدید آلات کا استعمال نہ کیا جائے، تب ہی دعوت وتبلیغ کے طریقوں کا الہام ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔

جب حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے متدلات میں بعض جگہ تو نقول اور واقعات ہی بالکل غلط اور نتیجہ واستدلال بھی غلط، یعنی بناء الفاسد علی الفاسد اور غلط در غلط، اور بعض جگہ نقول تو صحیح لیکن استدلال بالکل غلط، تو اب ہر موقع پر مولانا کی قابل اعتراض باتوں کے تعلق سے محض حوالے اور مراجع پیش کر دینا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا، بلکہ قابل غور بات یہ ہوگی کہ ان نقول اور معتبر واقعات سے بھی مولانا جو نتائج اخذ کر رہے ہیں یا استنباط کر رہے ہیں وہ کس حد تک درست ہیں؟ اور وہ مسلک دیوبند کے مطابق ہیں یا نہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ علماء محققین نے مولانا کی جن باتوں پر گرفت کی ہے، ان کا تعلق صرف نقول سے نہیں بلکہ نقول کے ساتھ ان کے استنباطات سے بھی ہے، اس لئے محض حوالے اور مراجع پیش کر دینے سے اصل اعتراض ہرگز ختم نہیں ہوسکتا، اس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آگے آئے گی۔

(۷) بہت سے صحیح واقعات اور نقول کو بیان کرنا صحیح بھی نہیں

نیز ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ بہت سے واقعات اور نقول ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے صحیح ہونے میں واقعی کوئی شبہ نہیں، لیکن عوام کے سامنے ان کے بیان کرنے میں اگر ان کی بے اعتدالی اور کسی نوع کی گمراہی میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسے حقائق اور ایسے واقعات کو بیان کرنا بھی درست نہیں، دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا تخيّروا بين الأنبياء، لا تفضلوا بين أنبياء الله** (رواہ ابوداؤد والطبرانی، جمع الفوائد، حدیث ۶۸۹۸، ۶۹۲۰) یعنی دیگر انبیاء کے مقابلہ میں مجھ کو افضل مت قرار دو، حالانکہ آپ کا افضل الانبیاء ہونا مسلمات میں سے ہے، لیکن محققین کی تصریح کے مطابق آپ کا منع فرمانا اس وجہ سے ہے کہ بات اگرچہ صحیح ہے، لیکن تقابل کی صورت میں دوسرے انبیاء کی تنقیص وتوہین کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، صرح بہ التھانویؒ۔

قال القاری فی شرح المرقاة: يردع الأمة عن التخيير بين أنبياء الله من تلقاء أنفسهم، فإن ذلك يفضي بهم إلى العصبية. (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۱۷۵، ج ۹)

اس لئے عوام کے سامنے ایسے واقعات وحقائق اور ایسے نقول بیان کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں، جس کے نتیجہ میں عوام الناس کسی بے راہ روی اور بے اعتدالی کا شکار ہو سکتے ہوں، امام مسلمؒ نے مسلم شریف کے مقدمہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے، **ما من رجل يحدث قوماً حديثاً لا تبلغه عقولهم الا كان فتنةً لبعضهم.** (مسلم شریف، فتح الملہم ص ۳۳۹، ۳۴۱)

حضرت علیؓ سے مروی ہے: كلموا الناس على قدر عقولهم، أتحبّون أن يكذّب الله ورسوله. (المرتضیٰ ص ۲۸۹)

وفي البخاری قال علیؓ حدثوا الناس بما يعرفون أتحبّون أن يكذّب الله ورسوله.

(بخاری شریف، کتاب العلم، باب ۴۹ باب من خص بالعلم قوماً دون قوم كراهية أن لا يفهموا)

مطلب یہ کہ لوگوں کے سامنے ان کی صلاحیت اور فہم کے مطابق ہی گفتگو کرو، کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟

مولانا کی بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اس سے قطع نظر کہ وہ نقول اور حوالے صحیح ہیں یا نہیں؟ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان کو بیان کر کے امت کے لئے انبیاء اور صحابہ کی شان میں گستاخی اور بیباکی کا کتنا بڑا دروازہ کھول دیا گیا کہ ایک عامی شخص بھی مسجد میں ممبر پر بیٹھ کر بیان کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے غیر اللہ سے مدد چاہی تو ان کو بھی سزا ملی اور مزید سات سال جیل میں سڑنا پڑا (نعوذ باللہ) اور موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا کام چالیس دن چھوڑ دیا اور حق تعالیٰ سے مناجات کے لئے خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کر لی جس کے نتیجہ میں پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے، جس کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی، وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوسىٰ، بالفرض اگر یہ باتیں جس انداز سے بیان کی جاتی ہیں اگر صحیح اور درست بھی ہوتیں تو بھی ایسے نقول اور واقعات کو بیان کرنا صحیح نہیں، جس کے نتیجہ میں عوام میں اس نوع کی گمراہی پیدا ہوتی ہو، اور انبیاء کی شان میں گستاخی کا دروازہ کھلتا ہو، پھر جب کہ یہ باتیں محققین کی تحقیق کے بھی خلاف ہو، تو کیونکر ان کا بیان کرنا درست ہوسکتا ہے؟ واللہ اعلم۔

(۸) مولانا سعد صاحب کے مبہم رجوع سے اہل علم کی بے اطمینانی

تیسرے بعض قابل اعتراض باتوں کے تعلق سے جوابات میں مولانا کی طرف رجوع کی جو نسبت کی گئی ہے وہ بھی نہایت مبہم اور مجمل طریقہ سے، مناسب تو یہ تھا کہ قابل رجوع باتوں سے وضاحت کے ساتھ پوری بات نقل کرنے کے بعد واضح الفاظ میں امت کے بڑے مجمع کے سامنے رجوع کیا جاتا، جس طرح سے عام مجمع کے سامنے غلط باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

اس بات کا اظہار کثرت سے بہت سے علماء کر رہے ہیں کہ مولانا کا اپنی غلطیوں اور غلط بیانیوں سے یہ کیسا رجوع ہے کہ غلط بیانی تو کئی لاکھوں کی مجمع میں، اور رجوع نامہ محض تحریری کسی ادارہ یا شخصیت کے نام، کہ لاکھوں کے مجمعوں کو اس کا علم بھی نہ ہو سکے، یا واٹس اپ اور رواجی چیزوں (مثلاً ملٹی میڈیا موبائل) کے ذریعہ کہ دعوت و تبلیغ میں اور اس کے علاوہ بھی جس کے استعمال کو مولانا حرام کہتے ہیں، نیز بڑے اجتماعات میں شریک ہونے والا بڑا طبقہ جو مولانا کی ان باتوں کو سنتا ہے وہ بھی ہوتا ہے جو ان جدید رواجی چیزوں کے استعمال سے بالکل ناواقف ہوتا ہے، تو پھر واٹس اپ وغیرہ کے ذریعہ مولانا کا یہ رجوع کیسے کافی ہوسکتا ہے، ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ان کے رجوع نامہ کو کوئی ادارہ اور مرکزی دارالافتاء قبول کرے یا نہ کرے، معاملہ چونکہ فیما بینہ و بین اللہ کا ہے، دیانت داری اور امت کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضہ بیشک یہی تھا کہ مولانا واضح الفاظ میں لاکھوں کے مجمع میں واضح طور پر بیان فرماتے کہ میں نے فلاں موقع پر یہ بیان کیا، اب تک میں یہ بیان کیا کرتا تھا، مجھ سے یہ غلطی اور چوک ہوئی ہے، میں اس سے توبہ واستغفار کرتا ہوں اور رجوع کا اعلان کرتا ہوں، جس طرح امت تک غلط باتوں کو پہنچایا گیا ہے، ان سے رجوع اور اس کا تدارک بھی اسی نوعیت ہی سے ہونا چاہیئے، جیسا کہ ہمارے اکابر کا طریقہ بھی یہی رہا ہے، اگر واقعی ہم اپنے اکابر کے مسلک ومشرب کے نقشِ قدم پر قائم ہیں جیسا کہ مولانا کی طرف سے بار بار اس کا اقرار اور اعلان کیا گیا، تو غلط باتوں سے ہمارا رجوع بھی اکابر کے مثل ہونا چاہیئے، خواہ کوئی ادارہ قبول کرے یا نہ کرے۔

ہمارے اکابر کے رجوع کا طریقہ، علامہ سید سلیمان ندویؒ کا طرزِ عمل

اپنے اکابر کے رجوع کی اس وقت صرف دو نظیریں بطور نمونے کے عرض کرتا ہوں، کہ وہ دونوں ہی ہمارے اکابر میں سے ہیں۔

(۱) فخرِ ندوہ علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنے رسالہ ''معارف'' میں چند مسائل میں اپنی سابقہ تحقیق سے واضح طور پر رجوع کرتے ہوئے

اعلان فرماتے ہیں، اوراس کوعمومی انداز میں خود ہی شائع بھی فرماتے ہیں:

''یہ خاکسار ہیچمدان علی الاعلان اپنی ان تمام غلطیوں سے جو دانستہ یا نادانستہ حق کے خلاف ہوئی ہوں، صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور اپنے قصور کا اعتراف، اور اپنی ہر اس رائے سے جس کی سند کتاب وسنت میں نہ ہو اعلان برأت کرتا ہے''

اس کے بعد علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان تمام مسائل وجزئیات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، جن میں ان سے کوئی غلطی واقع ہوئی ہے، پھر واضح طور پر ان سب سے رجوع کا اعلان کیا ہے، اس کے بعد اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ باتیں کسی معترض کے خوف سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے لکھ رہا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ بارِالٰہ مجھے صراط مستقیم پر قائم رکھ اور جب کبھی تقاضائے بشری سے مجھ سے غلطی ہو تو مجھے متنبہ اور معاف فرما اور مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھ اور مجھے راہ صواب دکھا۔

اگر مسلمانوں میں کوئی ایسا ہو جس نے میری وجہ سے ان مسئلوں میں میری رائے اختیار کی ہو تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ میرے اس رجوع اور تصحیح کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کر لے اور صحیح امر اختیار کرے، علماء سلف میں اپنی رائے سے رجوع اور ترجیح اور قول ثانی کا رواج عام رہا ہے، یہ ان ہی کا اتباع حق ہے، **والحق أحق أن يتبع والسلام على من اتبع الهدىٰ**.

(معارف، ماہ جنوری ۱۹۴۳ء، تذکرہ سلیمان ص ۱۰۷، ۱۶۲)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے رجوع کا طریقہ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''میں نے تو ''ترجیح الراجح'' کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے کہ جس کو جو غلطی میری تصانیف میں ملے اس سے مجھے مطلع کرے، تاکہ اگر مجھے اپنی غلطی کا اطمینان ہو جائے تو اس سے اعلان کے ساتھ رجوع کر لوں، چنانچہ مجھ سے جہاں کہیں کوئی لغزش ہوئی ہے اس کا دل کھول کر فراخ دلی سے اقرار کیا ہے، اور جہاں مجھے اپنی غلطی کا شرح صدر نہ ہوا وہاں دوسرے کا قول بھی نقل کر دیا ہے تاکہ جو قول جس کے جی کو لگے وہ اسی کو اختیار کر لے، میں نے ہمیشہ یہی کیا کہ خواہ مخواہ اپنی بات کو بنایا نہیں، یہ خصلت اپنے سب اکابر میں تھی، ہمارے اکابر اپنی غلطیوں کے اقرار سے کبھی نہیں شرمائے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۳۰۸، ج ۹، قسط ۲، ملفوظ ۲۳۱)

ایک مسئلہ کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اس طرح رجوع کا اعلان فرمایا:

''میں اعلان کرتا ہوں کہ دوسرے حضرات کی تحقیق پر عمل کیا جائے اور میری تحریر کو مرجوح بلکہ مجروح وممنوع عنہ سمجھا جائے''

میں اپنے رسالہ ''نيل الشفا بنعل المصطفىٰ'' سے رجوع کرتا ہوں، اور سبب کے درجہ میں اگر کسی کا دینی ضرر ہوا ہو اس سے استغفار کرتا ہوں، اگر ممکن ہو کم از کم اس مضمون کو مکمل یا اس کا خلاصہ جلد ہی شائع فرما دیں، خواہ مستقلاً یا اخبار میں۔ (اشرف علی)

(امداد الفتاویٰ ص ۳۷۶، ۳۷۸، ج ۴)

تراویح میں سامع کی اجرت کے متعلق حکیم الامت حضرت تھانویؒ پہلے اس کے جواز کے قائل تھے، تحقیق کے بعد اس سے رجوع فرمایا اور اس کے متعلق عام مجمع میں ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں:

ایک مسئلہ اور ہے اس میں مجھ سے غلطی ہو چکی ہے وہ یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ سامع کو روپیہ لینا جائز ہے، میں اس کو تعلیم پر قیاس کرتا تھا، لیکن پھر سمجھ میں آیا کہ یہ قیاس صحیح نہیں...... اگر اس کے خلاف کسی کو جزئیہ معلوم ہو تو میں اس سے بھی رجوع کر لوں گا۔

(وعظ التہذیب ملحقہ حقوق وفرائض ص ۲۱۵، ج ۴)

جن حضرات نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو ان کی غلطیوں پر توجہ دلائی مختلف موقعوں پر حضرت تھانویؒ نے ان کو توجہ دلانے اور غلطیوں

پراطلاع کرنے کا اس طرح شکریہ ادا کیا:

"جزاکم الله دلّلتمونی علی الصواب" (امدادالفتاویٰ ص ۵۳۱، ج ۴)

جزاکم الله تعالیٰ علی إصلاحکم. (امدادالفتاویٰ ص ۵۳۱، ج ۴)

ایک سوال کے جواب میں تحریرفرماتے ہیں:

" آج آپ کی تنبیہ سے (**جزاکم الله تعالیٰ**) کتاب دیکھی وہ بِنا میری غلط ثابت ہوئی" (امدادالفتاویٰ ص ۱۵۱، ج ۳)

ایک مقام پرتحریرفرماتے ہیں:

اعلان: اس سے قبل جو کچھ اس تحقیق کے خلاف میری تحریر ہو اس سے رجوع کرتا ہوں..... اب مکرر اس رجوع کو مؤکد کرتا ہوں۔

(امدادالفتاویٰ ص ۵۳۹، ج ۴)

ایک مقام پرتحریرفرماتے ہیں:

" یہ سوال اپنے اطراف وجوانب کی طرف سے متعدد تنقیحات کا محتاج ہے، جس کے لئے ایک رائے خصوصی مجھ جیسے قلیل العلم کی کافی نہیں، بلکہ علماء محققین کی ایک معتد بہ جماعت کو جمع کر کے مشورہ کیا جائے" (امدادالفتاویٰ ص ۳۳۵، ج ۶)

ایک مقام پرتحریرفرماتے ہیں:

" مجھ کو تتبع روایات کی فرصت نہیں..... بہتر یہ ہے کہ کسی محقق سے تنقید کرالی جائے، اگر کسی دلیل سے اس کا خطا ہونا معلوم ہو مجھ کو اطلاع کردی جائے" (امدادالفتاویٰ ص ۱۶۳، ج ۱، سوال ۱۶۲)

یہ ہے اپنے اکابر کا ذوق اور ان کے رجوع کا طریقہ اور علمی دیانت داری کا تقاضا۔

اب سوال یہ ہے کہ مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے تحریری طور پر چار چار رجوع ناموں کی تحریر دارالعلوم دیوبند بھیجی گئی، اور پیشِ نظر جوابات میں بھی بعض باتوں کے متعلق مولانا کے حوالہ سے کہا گیا ہے کہ مولانا نے اس سے رجوع کرلیا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولانا نے آج تک کبھی اپنے اکابر کے طرز پر واضح الفاظ میں لاکھوں کے مجمع میں خطاب عام میں بھی اس طرح رجوع کا اعلان فرمایا کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوگئی، میں نے فلاں بات غلط کہی تھی، میں توبہ واستغفار کرتا ہوں، اور اس بات سے رجوع کرتا ہوں، جیسا کہ غلط باتوں کو لاکھوں کے مجمع میں بیان کیا تھا؟ آخر مولانا اس طرح واضح رجوع کا اعلان کیوں نہیں فرماتے؟ جس طرح اپنے اکابر کیا کرتے تھے۔

مولانا کے بعض محبین اور حامیوں نے مولانا کے بعض رجوع ناموں کو ملٹی میڈیا موبائل واٹس اپ وغیرہ جدید ذرائع ابلاغ پر نشر کیا جب کہ تبلیغی اجتماعات میں لاکھوں کی تعداد میں شامل ہونے والا غرباء اور متوسط درجہ کا طبقہ (جس کے سامنے مولانا نے غلط باتیں بیان کی تھیں) اس نوع کے موبائیل اور جدید ذرائع ابلاغ استعمال نہیں کرتا، اور جو استعمال کرتا ہے وہ مولانا کے اس بیان سے کہ: " ایسے موبائل اور رواجی ذرائع ابلاغ کا استعمال کرنا حرام ہے، اس کے پاس رکھنے سے نماز نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کے لئے میرا بددعا کرنے کا جی چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ" مولانا کے اس بیان کو سُن کر کیسے مولانا کے اس رجوع پر جوان رواجی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عام کیا گیا، اعتماد کرسکتا ہے، جس کو مولانا خود حرام اور شیطان قرار دیتے ہیں، اس صورتِ حال کی وجہ سے لوگ سخت حیرت وتردد میں پڑ گئے کہ واقعی آیا یہ مولانا کا رجوع ہے یا محض فرضی اور مولانا کی طرف غلط نسبت ہے، ایسی صورت میں اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ مولانا اپنے بیانات میں لاکھوں کے مجمع میں خود ہی اپنی زبانِ مبارک سے غلط باتوں کے اقرار کے بعد اس سے رجوع کا واضح اعلان فرمادیتے، ایسا کرنے سے مولانا کو کیوں عار آتی ہے، جب کہ اپنے اکابر نے ایسا ہی کیا ہے، لیکن مولانا نے کبھی اس طرح عام مجمع میں رجوع کا اعلان نہیں فرمایا۔

پیش نظر جوابات میں بھی مولانا کی بعض باتوں کو گول مول انداز میں بیان کرکے مولانا کی طرف رجوع کی نسبت کو کافی سمجھ لیا گیا، جب کہ

مناسب یہ تھا کہ بعض تحریرات میں جن باتوں کی طرف سے مولانا کا رجوع کرنا لکھا ہے، اولاً پوری بات جو اہل علم کے لئے قابل اشکال تھی اور جس سے امت کو غلط پیغام پہنچا، اولاً اس کی پوری وضاحت ہوتی، جس سے پوری حقیقت سامنے آجاتی، پھر اس سے واضح رجوع ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔

بہت سے حضرات اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی قابل تعجب اور قابل افسوس ہے کہ کئی برسوں سے مولانا کو متعدد حضراتِ اہلِ علم کی طرف سے ان کی اس طرح کی غلطیوں کی طرف برابر توجہ دلائی جاتی رہی ہے، تقریراً بھی تحریراً بھی، دلائل سے بھی، عاجزانہ بھی، لیکن اب تک مولانا کسی ایک بات کا بھی جواب نہ دیتے تھے، نہ رجوع فرماتے، نہ وضاحت کرتے، بلکہ ایسی تحریروں کو پڑھنا اور ان کی طرف توجہ کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، خواہ کتنے ہی محتاط علماء نے کتنے ہی ادب و تہذیب کے ساتھ ان سے عرض کی ہوں، بلکہ ان ہی غلطیوں کو عام مجمع میں بار بار دہراتے رہے، لیکن جب چاروں طرف سے شور و غوغا ہوا، اور ان کے خلاف فتویٰ صادر ہونے کی بات آہی گئی تو اب معذرت نامے اور رجوع نامے سب آنے لگے، ایک بار نہیں بار بار، کہ کسی طرح کبارِ اہل علم اور مرکزی دارالافتاء ان کے رجوع نامہ کو قبول کرلیں، اور ان کے خلاف فتویٰ صادر نہ ہونے پائے..... اپنے اکابر تو ایسے نہیں تھے۔

(۹) ایک اور قابل افسوس بات

ایک اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ حضرت والا کی زیرنگرانی جو جوابات شائع ہوئے ہیں، اس میں نسبت مظاہرعلوم سہارنپور اور اساتذۂ حدیث کی طرف ہے، الحمدللہ احقر بھی فرزند مظاہر ہے، مظاہرعلوم سہارنپور کی تواضع، حسن ادب وتہذیب، متانت وشائستگی اور علمی وقار ضرب المثل سمجھی جاتی تھی، پیشِ نظر جوابات میں مسائل کی تحقیق میں اندازِ تخاطب میں بھی اس کا اثر نمایاں ہونا چاہئے تھا، قابل افسوس بات یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اصحابِ علم واساتذۂ حدیث نے مولانا سعد صاحب کی جن باتوں پر گرفت کی اور اس کا اظہار کیا، اور اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا اس میں مولانا سعد صاحب کا تذکرہ اور ان کا نام بڑے ادب اور تہذیب کے ساتھ لیا، حالانکہ وہ سب بھی دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کبارِ علماء اور اساتذۂ حدیث ہیں، دارالعلوم دیوبند کے کبارِ علماء اور اصحاب دارالافتاء کی طرف سے جو تحریر شائع ہوئی اس میں مولانا کا تذکرہ اس انداز سے ہے:

’’اس وقت دنیا کے بہت سے علماءِ حق اور مشائخ وغیرہ کی طرف سے یہ تقاضا کیا جارہا ہے کہ جناب مولانا سعد صاحب کاندھلوی کے نظریات اور افکار کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند اپنا موقف واضح کرے‘‘ (سعادت نامہ ص۴)

دوسری جگہ کلمات دعائیہ کے ساتھ اس طرح تذکرہ کیا ہے:

’’ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد سعد صاحب کو اکابر کے منہج پر ثابت قدم رکھے، اور ان کو اشاعت دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے‘‘

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بعض اساتذۂ حدیث نے مولانا سعد صاحب کو اس سلسلہ میں جو خط لکھا اس میں مولانا کو اس انداز سے مخاطب بنایا:

’’مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے، تمام مکارہ ومصائب سے محفوظ فرمائے، آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے، مجھے آپ سے اللہ واسطے تعلق ہے، دل میں آپ کی محبت ہے، آپ کی محبوبیت ومقبولیت قابل رشک ہے، امت کے بڑے حلقہ کو آپ پر اعتماد ہے، لاکھوں کے مجمع میں آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں الحمدللہ امت کو اس سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے....... اخیر میں آپ سے ایک علمی استفادہ کرنا چاہتا ہوں، آنجناب نے اپنے بیان میں سنت کی تین قسمیں بیان فرمائی تھیں.... آنجناب نے سنت کی جو تقسیم وتشریح اور مثال بیان فرمائی ہے اس کا ماخذ اور دلیل معلوم کرنا چاہتا ہوں، اسی طرح اپنی معلومات کے لئے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آنجناب نے اپنے بعض بیانات میں الخ‘‘ (مکتوب بنام جناب مولانا محمد سعد کاندھلوی ص۱۴،۱۵)

یہ انداز تحریر اور انداز تخاطب تو اصحابِ دارالعلوم دیوبند اور اساتذۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ہے، جس میں نہایت ادب ومتانت اور تہذیب نیز محبت وعظمت کے ساتھ مولانا کو مخاطب بنایا گیا ہے۔

لیکن اس کے جواب میں حضرت والا کی طرف منسوب جوابات میں استاذ حدیث مظاہر علوم کا انداز تحریر بھی ملاحظہ ہو، تحریر فرماتے ہیں:

''معترض کہتا ہے کہ ہم نے فقہاء کے یہاں دو قسمیں پڑھی ہیں، سنت عبادت، سنت عادت، یہ تیسری قسم سنت دعوت کہاں سے آئی؟
..... اگر معترض کا خیال یہ ہے کہ ..... اور اگر معترض کا اعتراض صرف اتنا ہے کہ'' ...... (ص ۱۶، ۱۷)

قابل غور بات یہ ہے کہ ایک طرف استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کا یہ انداز تخاطب جس میں ادب وعظمت اور دعائیہ کلمات بھی کہے گئے ہیں، سوال بھی استفادہ کے انداز سے ادب کے ساتھ کیا گیا ہے، لیکن اس کا جواب آپ کے سامنے ہے۔

یہ تحریر عمومی انداز میں شائع کی گئی، ملک و بیرون ملک بھی گشت کر رہی ہے، اس انداز تحریر اور انداز تخاطب سے لوگوں نے اچھا اثر نہیں لیا۔

(۱۰) پیش نظر جوابات کی وجہ سے اہل علم کی طرف سے اٹھنے والا ایک اہم سوال

ایک اہم قابل فکر بات یہ بھی ہے کہ مولانا سعد صاحب کے رجوع نامہ کی جملہ تحریرات خصوصاً سب سے آخری تحریر جو مولانا کے دستخط کے ساتھ عام بھی ہوگئی، جس میں مولانا نے علماء دیوبند پر پورا اعتماد کرتے ہوئے، بلا تاویل وتوجیہ کے رجوع کیا ہے، ایک طرف تو یہ ہے دوسری طرف حضور والا کی زیر نگرانی مولانا سعد صاحب پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات اور حوالے ومراجع بھی شائع ہوئے ہیں، اب بہت سے سنجیدہ ذہن رکھنے والے سلیم الطبع اشخاص سخت تردد اور پس وپیش میں ہیں کہ اگر واقعی مولانا سعد صاحب کی طرف سے ان کی حمایت میں لکھے ہوئے جوابات بالکل صحیح ہیں اور مولانا سعد صاحب اب تک جو کچھ بیان کرتے تھے وہ بالکل درست اور حق تھا، اور مولانا کی وہ باتیں قابل گرفت نہیں تھیں، تو پھر مولانا نے ان سب صحیح باتوں سے علماء دیوبند پر اعتماد کرتے ہوئے رجوع کیوں کیا؟ یا مولانا کے نزدیک یہ جوابات جواب شائع ہوئے ہیں، مرجوح نا قابل قبول اور دار العلوم دیوبند کی رائے راجح اور قابل اعتماد ہے، جیسا کہ ان کے آخری رجوع نامہ سے ظاہر ہے؟ یا مولانا کے نزدیک یہ جوابات بالکل صحیح ہیں، لیکن پہلے ان کی تحقیق نہ ہوسکی تھی، اس لئے بغیر تحقیق کے ان باتوں کو بیان فرماتے تھے، پھر اہل علم کے توجہ دلانے سے رجوع بھی فرمالیا لیکن اب حوالے اور مراجع آجانے کے بعد کیا مولانا نے سابقہ رجوع سے بھی رجوع فرمالیا؟ سنجیدہ انصاف پسند اور اہل علم حضرات اب تک تردد اور حیرت میں مبتلا ہیں کہ ان ساری باتوں میں کس کو صحیح اور راجح سمجھا جائے، شائع شدہ جوابات میں بھی بات مبہم اور گول مول ہے، اگر ان سب باتوں کی بھی وضاحت ہوجاتی تو شاید بہتر ہوتا، اور لوگ الجھن میں نہ پڑتے۔

الغرض حضرت والا کی طرف سے شائع شدہ جوابات میں اہل علم کی طرف سے مختلف آوازیں اٹھ رہی ہیں، بہت سی باتیں احقر کے علم میں آئیں، بعض باتیں بہت سطحی اور غیر معقول تھیں، اس قابل کہ ان کو نظر انداز کردیا جائے، لیکن بعض باتیں علمی انداز کی اور معقول معلوم ہوتی تھیں، ان سب کو مرتب کرکے احقر نے جمع کرکے حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، حضرت والا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں کہ ان باتوں میں کتنی صداقت اور کتنا وزن ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے، اور اس کے پیش نظر اب کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے، حضرت والا کی زیر نگرانی محققین اہل علم کے واسطے سے جو تحقیق اور فیصلہ دیانت داری کے ساتھ منظر عام پر آئے گا، امید ہے کہ انشاء اللہ حضرات اہل علم کے لئے بھی قابل قبول ہوگا۔

(۱۱) مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند مسلکاً ومشرباً ایک تھے اور ایک ہیں اور انشاء اللہ ایک رہیں گے

ایک نہایت اہم اور قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور ہم مسلک وہم مشرب ہیں، اصول وعقائد میں تو ہیں ہی، فروعی مسائل تک میں بھی دار العلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور کا مسلک ایک ہی سمجھا جاتا ہے، اور الحمد للہ ہے بھی، علماء دیوبند کے مسلک پر مشتمل قاری محمد طیب صاحبؒ نے جو کتاب ''علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج'' تحریر فرمائی ہے وہی مسلک علماء مظاہر علوم کا بھی ہے، اور مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے عقائد پر مشتمل سوالات کے جو جوابات تحریر فرمائے ہیں وہ سب علماء دیوبند کے نزدیک بھی متفق علیہ ہیں، جس پر علماء حجاز ومصر وشام کے علاوہ اِن حضرات علماء دیوبند کے تصدیقی وتائیدی دستخط موجود ہیں: (۱) شیخ الہند حضرت

مولانا محمود حسن صاحب (۲) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۳) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب (۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی (۵) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب (۶) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب (۷) مولانا محمد احمد صاحب نانوتوی وغیرہم۔

(المہند علی المفند ،التصدیقات لدفع التلبیسات ص ۴۵ تا ۶۲ ،سوال ۱۱،مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

الغرض مسلکاً ومشرباً، اصولاً وفروعاً دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور دونوں ایک ہی ہیں، دونوں میں کوئی فرق نہیں، انبیاء اور صحابہ کے تعلق سے جو مسلک علماء دیوبند کا ہے وہی فکر اور نقطہ نظر ٹھیک ٹھیک علماء مظاہر کا بھی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گا، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے بھی کسی موقع پر یہ بات تحریر فرمائی ہے، نیز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے اپنی کتابوں میں جہاں دارالعلوم دیوبند کے آثر اور امتیازات نیز دارالعلوم دیوبند کے مسلکی تصلب کا ذکر فرمایا ہے وہیں پر مظاہر علوم سہارنپور کے تذکرہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مظاہر علوم بھی دارالعلوم دیوبند کے عقیدے اور اسی کے نقش قدم اور اسی منہج پر ہے، چنانچہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی مشہور کتاب ''المسلمون فی الھند'' میں جامعہ مظاہر علوم کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وتلی دارالعلوم الدیوبندیه فی کثرة الطلبة والاعتناء بالعلوم الدینیة مدرسة مظاهر علوم،فی مدینة سهارنفور التی تأسست فی ثلاث وثمانین ومأتین وألف ایضاً، وهی تشارک دارالعلوم فی العقیدة والمبدأ والشعار .

وتمتاز هذه المدرسة واساتذها وطلبتها ببساطة فی المعیشة والقناعة بالکفاف والقوة والدیانة.

(المسلمون فی الہند ص ۶۵ ،دارالفتح دمشق)

''مدرسہ مظاہر علوم اپنی خصوصیات وروایات اصول وعقائد کے لحاظ سے دارالعلوم دیوبند کا ہم مسلک ہے، یہاں سے بھی بڑی تعداد میں علماء وعلم دین کے مخلص خدمت گزار فارغ ہوکر نکلے ہیں، جنہوں نے خاص طور پر فنِّ حدیث کی بڑی خدمت کی ہے، یہاں کے اساتذہ وطلبہ اپنی سادہ طرزِ معیشت اور قناعت اور دینی استقامت میں بہت ممتاز ہیں۔ (ہندوستانی مسلمان،مولفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ص ۱۲۰)

مظاہر علوم سہارنپور کا مسلک

مظاہر علوم سہارنپور کے دستور العمل میں مظاہر علوم کا جو مسلک تحریر کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

(الف) مسلک مدرسہ ہذا مسلک اہلسنت والجماعت حنفی مذہب پر ہوگا، جو کہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سرپرست اول مدرسہ ہذا، وہ اور حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مشرب سے ظاہر ہے۔

(ب) مدرسہ کے مسلک کی حفاظت ورعایت اور ترویج واشاعت جملہ سرپرستان، ناظم ومہتمم، اساتذہ وملازمین، متعلقین اور طلبہ مُدرسہ پر لازمی ہوگی۔

(ج) کسی ملازم یا طالب علم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ کسی ایسے ادارے یا انجمن یا جلسہ وغیرہ میں شرکت کرے، جو مدرسہ کے مسلک ومذہب ومشرب یا مفاد کے خلاف ہو، اور یہ فیصلہ کہ ایسا کوئی عمل مدرسہ کے مفاد کے خلاف ہے یا نہیں؟ مجلس شوریٰ بمشورہ ناظم کرے گی۔

(د) کسی اشتباہ کے موقع پر مجلس شوریٰ یا ناظم کو حق ہوگا کہ وہ مدرسہ کے مسلک کے بارے میں کوئی اعلان جاری کرکے یا تقریر کے ذریعہ غلط فہمی دور کرے۔ (ماخوذ از: دستور العمل مظاہر علوم سہارنپور، مجوزہ ۱۳۹۹ھ، ماخوذ از: مظاہر علوم کے بنیادی مقاصد ص ۱۵،۱۶)

علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات'' کے مصنف جامعہ مظاہر علوم کا مسلک ومشرب کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مظاہر علوم مسلک کے اعتبار سے اہلِ سنت والجماعت، حنفیت اور مشرب کے اعتبار سے وہ اپنے مقدس اسلاف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ کے موافق اور ان کا متبع ہے، گویا مختصر الفاظ میں مظاہر علوم کا مسلک اہلِ سنت والجماعت، حنفیت اور چشتیت ہے، مدرسہ کے ارکان اور طلبہ کے لئے ہر حال میں ضروری ہے کہ وہ اس مسلکِ سنیّہ کا اتباع کریں، ان کے لئے کسی

ایسی انجمن یا ادارے یا کسی ایسی جماعت میں شرکت کی اجازت نہیں، جو اس مسلک کے خلاف یا خود مدرسہ کے مفاد کے لئے نقصان دہ ہو، طلباء مدارس میں امانت ہوتے ہیں، ناظمِ مدرسہ ان کا امین اور محافظ ہوتا ہے، اس کے لئے عنداللہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی دیکھ بھال رکھے، کسی بھی قسم کی ذہنی غلطی اور فکری کج روی میں پڑنے یا مسلک وعقیدہ کے تغیّر وتبدّل سے حتی الامکان ان کی حفاظت کریں۔

(علمائے مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات ص ۲۱۷)

گزشتہ سال مظاہر علوم میں انعقاد شوریٰ کے موقع پر ان ہی اہم مباحث کے متعلق ایک تحریر پر ارکان شوریٰ وجملہ عہدیداران کے دستخط ہوئے اس کی تمہید میں بھی یہی بات لکھی گئی کہ اس نوع کے جملہ مسائل اور فتاویٰ میں مظاہر علوم ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ رہا ہے، لہٰذا آج بھی ان اہم اور نازک مسائل میں اس کی موافقت کرتا ہے، پھر جملہ ارکان شوریٰ وصدر شوریٰ کے دستخط ہیں، جس کی عبارت درج ذیل ہے:

نقل تجویز: اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ ۳/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ ۳/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ

منعقدہ: مہمان خانہ مظاہر علوم سہارنپور، زیر صدارت حضرت الحاج حکیم کلیم اللہ علی گڑھ

تجویز: مظاہر علوم سہارنپور کا موقف مسلکی معاملات میں ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ رہا ہے، آج بھی مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی کے معاملات میں مظاہر علوم کا موقف دارالعلوم کے ساتھ ہے۔

آج کی شوریٰ طے کرتی ہے کہ دارالعلوم کے موقف میں مظاہر علوم کی پوری شوریٰ ان کے ساتھ ہے، اوران کی تائید کرتی ہے۔

دستخط کنندگان: (۱) حضرت الحاج حکیم کلیم اللہ زید مجدہ علی گڑھ (۲) حضرت الحاج عبدالقوی زید مجدہ (حیدرآباد) (۳) حضرت مولانا محمد عارف زید مجدہ براہیمی (۴) حضرت الحاج عبدالخالق زید مجدہ مہاراشٹر (۵) حضرت الحاج سلامت اللہ زید مجدہ دہلی (۶) حضرت مولانا محمد عاقل زید مجدہ سہارنپور (۷) حضرت مولانا محمد سلمان زید مجدہ سہارنپور (۸) حضرت مولانا محمد شاہد زید مجدہ سہارنپور۔

نقل مطابق اصل ہے، محمد شاہد غفرلہ، امین عام، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۳/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ ۳/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز ہفتہ

لیکن مولانا سعد صاحب پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات کے تعلق سے اس وقت جو تحریر ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی زیر نگرانی آئی ہے جس کو مظاہر کے بعض اساتذۂ حدیث نے مرتب کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے بھی بالکل خلاف ہے، نیز دارالعلوم دیوبند کے فتوے اوران کی تحقیق سے بھی مختلف ہے، اوراس سلسلہ میں مظاہر علوم کا موقف دارالعلوم دیوبند سے مختلف ہوتا نظر آرہا ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام (حضرت موسیٰ اور حضرت یوسف علیہما السلام) کی شان سے بھی تعرض کیا گیا ہے، جس کا تعلق صرف فروعی مسئلہ اور فرعی تحقیق ہی سے نہیں، بلکہ انبیاء کے تعلق سے اس کی زد اصول وعقیدہ پر بھی پڑتی ہے۔

(۱۲) پیش نظر جوابات کی وجہ سے عوام وخواص کی بے چینی اور اہل علم کی طرف سے اٹھنے والے چند اہم سوالات

اس صورتحال نے محتاط علماء محققین کے سامنے کئی طرح کے سوال کھڑے کردیئے۔

(۱) مولانا سعد صاحب کے غلط بیانات کے متعلق دارالعلوم دیوبند کا جو فتویٰ صادر ہوا وہ یقیناً اس موجودہ تحریر (جو ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے تمہیدی کلمات کے ساتھ شائع ہوئی ہے) یقیناً ہم آہنگ اوراس کے موافق نہیں ہے، تواب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مباحث سے متعلق اس تحریر میں (جو حضرت والا کی طرف سے شائع ہوئی ہے) جو تحقیقات اور افکار ونظریات پیش کئے گئے ہیں، اصحاب دارالعلوم دیوبند یقیناً اس سے

متفق نہیں، بلکہ ان کی تحقیق اور فتویٰ آج بھی حسبِ سابق اس موجودہ تحریر کے خلاف باقی ہے، تو کیا اس موڑ پر کسی خاص مصلحت اور خاص وجہ کی بناء پر مظاہر علوم نے دارالعلوم کے مسلک اور اس کی تحقیق سے علحدہ موقف اختیار کرلیا ہے؟

(۲) دوسرے مظاہر علوم نے اس موقع پر دارالعلوم دیوبند سے ہٹ کر جو موقف اختیار کیا ہے وہ صرف اسی مسئلہ میں یا دوسرے مسائل میں بھی؟ اور صرف سال رواں کی تاریخ سے یا اس سے پہلے بھی؟

(۳) تیسرے یہ نقطۂ نظر جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تحقیق اور دارالعلوم دیوبند کے موقف سے ہٹ کر دوسرا موقف اختیار کیا گیا ہے، یہ مظاہر علوم کے چند اساتذۂ حدیث اور بعض لوگوں کا ہے، یا اس موقف کو پورے مظاہر علوم کا موقف قرار دیا جائے گا؟

حضرت والا کی اس محققانہ تحریر اور جوابات پر اہل علم کی طرف سے یہ چند ابھرتے ہوئے سوالات ہیں جن کو احقر نے اختصار سے مرتب کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا ہے، حضرت والا ان سب باتوں کو زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں، احقر نے صرف خادمانہ اطلاع حال کی غرض سے یہ باتیں حضور والا کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

ایک علمی حلقہ کی طرف سے یہ بات پوری قوت اور شدت کے ساتھ کہی جارہی ہے کہ مولانا سعد صاحب دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور اور ندوۃ العلماء کے مسلک سے ہٹ کر ان کے خلاف بولتے ہیں، حالانکہ مولانا سعد صاحب نے خود اپنا مسلک ومشرب واضح الفاظ میں تقریراً وتحریراً بیان فرمادیا ہے جس کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہنا چاہئے، لیکن اس نوع کی مولانا سعد صاحب کی جتنی باتیں ہیں (جن کی وجہ سے لوگوں کو اشتباہ ہوا، اور لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ ان کے نظریات دارالعلوم دیوبند یا مظاہر علوم کے افکار ونظریات کے خلاف ہیں) اس سلسلہ میں مولانا کی جتنی باتیں اب تک مجھے پہنچیں اور میرے علم میں آئی ہیں بلکہ ریکارڈ ہیں، ان میں سے صرف چند باتوں کو تبصرے کے ساتھ احقر حضرت والا کی خدمت میں اس غرض سے پیش کررہا ہے کہ احقر کے مادرِ علمی مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت والا کی زیرنگرانی اکابر علماء اور اساتذۂ حدیث کی توجہ وتحقیق سے ان سب کی تحقیق کرادی جائے، اگر یہ باتیں واقعی قابل اصلاح اور قابل رجوع ہیں تو ان سب کی اصلاح فرمادی جائے اور مولانا ان سب سے بھی رجوع فرمالیں، اور اگر ایسا نہیں ہے تو ان کی ایسی تحقیق فرمادی جائے کہ لوگوں کو بدگمانی وبدزبانی اور خواہ مخواہ کے اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے، بلکہ لوگوں کی زبان بند ہوجائے۔

اس سے قبل اسباب کے تعلق سے مولانا سعد صاحب کی مطبوعہ کتاب ''کلمہ کی دعوت، چھ نمبر کی محنت'' کے متعلق بھی کچھ لکھا تھا، وہ بھی پیش خدمت ہے، اس کی بھی تحقیق فرمادیں اگر کچھ غلط لکھا گیا ہے اس کی اصلاح فرمادی جائے۔

بعض مضامین احقر نے مصلحتاً اپنا نام ظاہر کئے بغیر لکھے تھے، البتہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب کی خدمت میں نام ظاہر کر کے پیش کردیئے تھے، وہ سب بھی حضرت والا کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، حضرت والا ملاحظہ فرما کر ان سب کی اصلاح فرمادیں۔

حضرت! صدق دل سے عرض کررہا ہوں کہ احقر نے جو کچھ بھی لکھا اپنے ضروری کاموں کو چھوڑ کر دینی ضرورت سمجھ کر بہت غور وفکر اور استخارہ واستشارہ کے بعد لکھا، اس سے نہ کسی فرد یا جماعت کی حمایت مقصود ہے نہ مخالفت، نہ تردید نہ تائید، احقر کے پیش نظر صرف حق کی حفاظت، امت کی صحیح رہبری، اور اللہ کی رضا ہے، اور بس۔

امارت وشوریٰ کا مسئلہ انتظامی امور سے ہے جو احقر کی بحث کا موضوع نہیں البتہ علمی وفقہی حیثیت سے ایک مضمون عبارات فقہاء اور اکابر علماء کی تصریحات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کیا تھا کہ شاید ابھی یا آئندہ مسائل کے حل کرنے میں کسی درجہ میں مفید ہوسکے اور اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکے، اصلاح کی غرض سے وہ مضمون بھی پیش خدمت ہے۔

اس وقت حضرت والا مرکز نظام الدین کے بھی گویا سرپرست اور بڑے اور سب کے ہمدرد ہیں، حضرت والا اپنی زیرنگرانی علمی باتوں کی تحقیق اور اصلاح فرمادیں گے تو اس وقت کا یہ بہت بڑا ضروری کام ہے، کیونکہ مسئلہ صرف مولانا سعد صاحب کی ذات کا نہیں ہے بلکہ ان سے

مسلک، ان سے وابستہ حضرات اوران کے معتقدین ومتوسلین جواس نوع کی تمام باتوں کوسارے عالم میں بیان کرتے اور پھیلاتے ہیں اسی طرح ان کے بیٹے اور تلامذہ بھی اپنے والداور استاذ کے نقش قدم پر ان ہی باتوں کو بیان فرماتے ہیں، اس لئے حضرت والا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ان علمی باتوں کی منصفانہ تحقیق فرماکر مرکز نظام الدین والوں کو ہدایت فرمادیں کہ اختلافی باتوں کے بیان کرنے سے اجتناب کریں، اور جو باتیں غلط یا مختلف فیہ اور انتشار کا باعث ہوں یا نتیجہ کے لحاظ سے امت کے لئے غیر مفید اور مضر ہوں ایسی باتوں کے بیان کرنے سے اجتناب کریں، احقر سمجھتا ہے کہ وقت کا یہ بہت بڑا اور اہم کام ہے جو اللہ تعالیٰ حضرت والا سے لے رہا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کے سایۂ عاطفت کو تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، احقر بھی اپنے آپ کو حضرت والا کا ایک درجہ میں عزیز اور محتاج شفقت ودعا سمجھتا ہے، اس مضمون کے لکھنے میں مجھ سے جو قصور اور بے ادبی ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں، اب وعدے کے مطابق پیش نظر جوابات کے متعلق جو باتیں سمجھ میں آئیں اور اہل علم کے واسطے سے مجھ تک پہنچیں، ان کو پیشِ خدمت کرتا ہوں، اگر کسی مقام پر مجھ سے بے ادبی یا سہو ہوجائے یا قلم لغزش کھاجائے تو مجھے معاف فرمادیں، اور تحقیق وتطبیق میں جو غلطی ہوئی ہو اس کی اصلاح فرماکر تنبیہ فرمائیں، ممنون ہوں گا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بندہ محمد زید مظاہری ندوی

استاذ حدیث وفقہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳/ذی قعدۃ ۱۴۳۸ھ

اب اس کے بعد زیر غور مسائل سے متعلق چند مقالات پیش خدمت ہیں، جو اس مجموعہ کا تیسرا حصہ ہے۔

پہلا مقالہ : سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق

دوسرا مقالہ : سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق

تیسرا مقالہ : تعلیم وتدریس پر اجرت لینے کی تحقیق

چوتھا مقالہ : موبائل میں قرآن پاک اور دینی بیانات سننے اور اس کو پاس میں رکھ کر نماز پڑھنے سے متعلق

پانچواں مقالہ : اسباب سے متعلق علمی تحقیق

چھٹواں مقالہ : جہاد اور فی سبیل اللہ کی تشریح سے متعلق (فضائل جہاد کی روایتوں کو دعوت وتبلیغ پر منطبق کر سکتے ہیں یا نہیں؟)

ساتواں مقالہ : اس دعوے کی تحقیق کہ: ''اللہ کی نصرت عبادت پر نہیں دعوت پر ہوگی کیونکہ عبادت دین کی نصرت نہیں''

آٹھواں مقالہ : شعر وشاعری میں اشتغال سے متعلق

نواں مقالہ : گوشت روٹی کا ولیمہ، کیا رسول اللہ ﷺ کے معمول اور سنت کے خلاف ہے؟

دسواں مقالہ : اس بات کی تحقیق کہ کھل کر گناہ کرنا بے حیائی ہے یا نہیں اور اصحاب صفہ اہل مدرسہ کا مصداق تھے یا نہیں؟